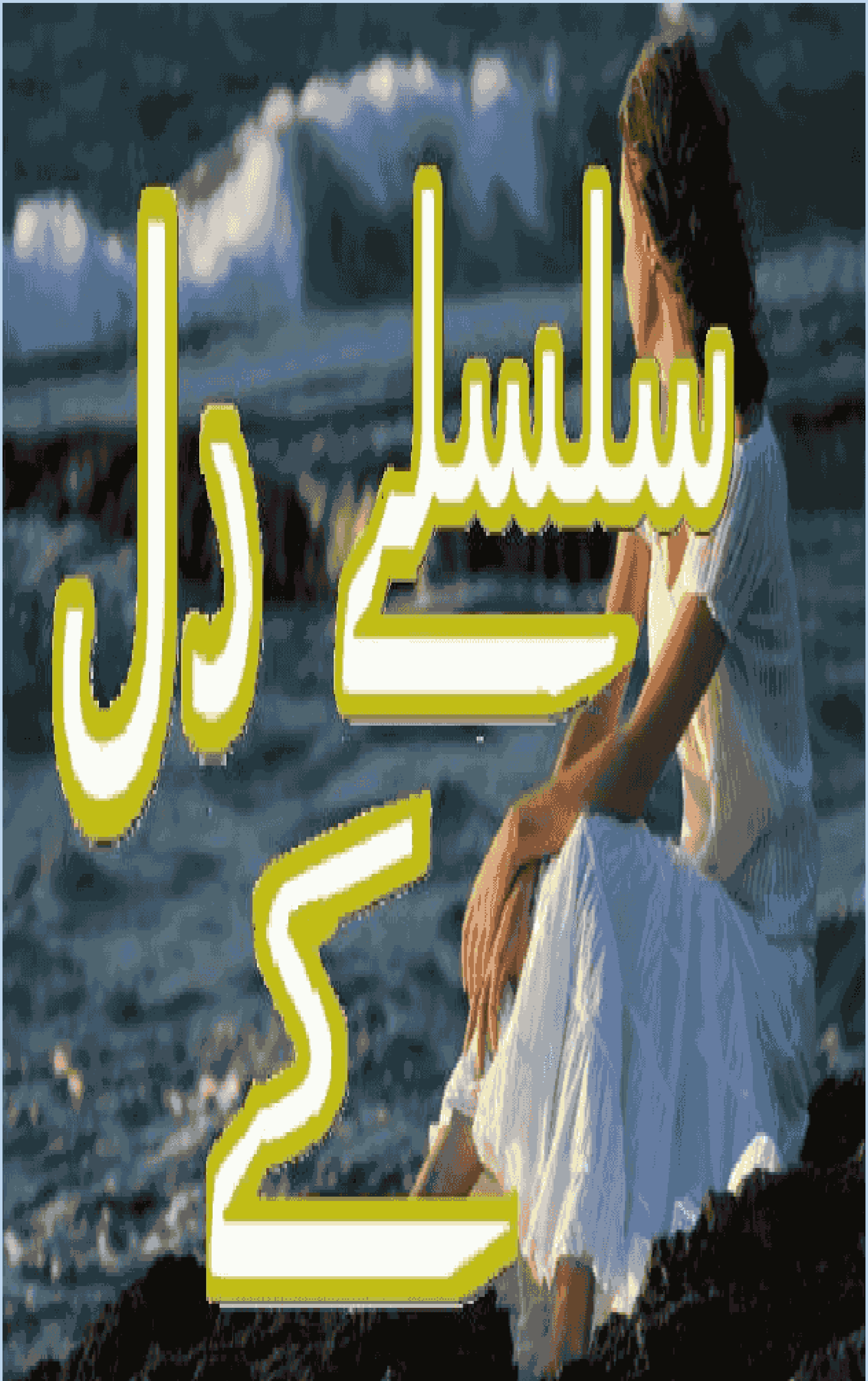

www.iqbalkalmati.blogspot.com

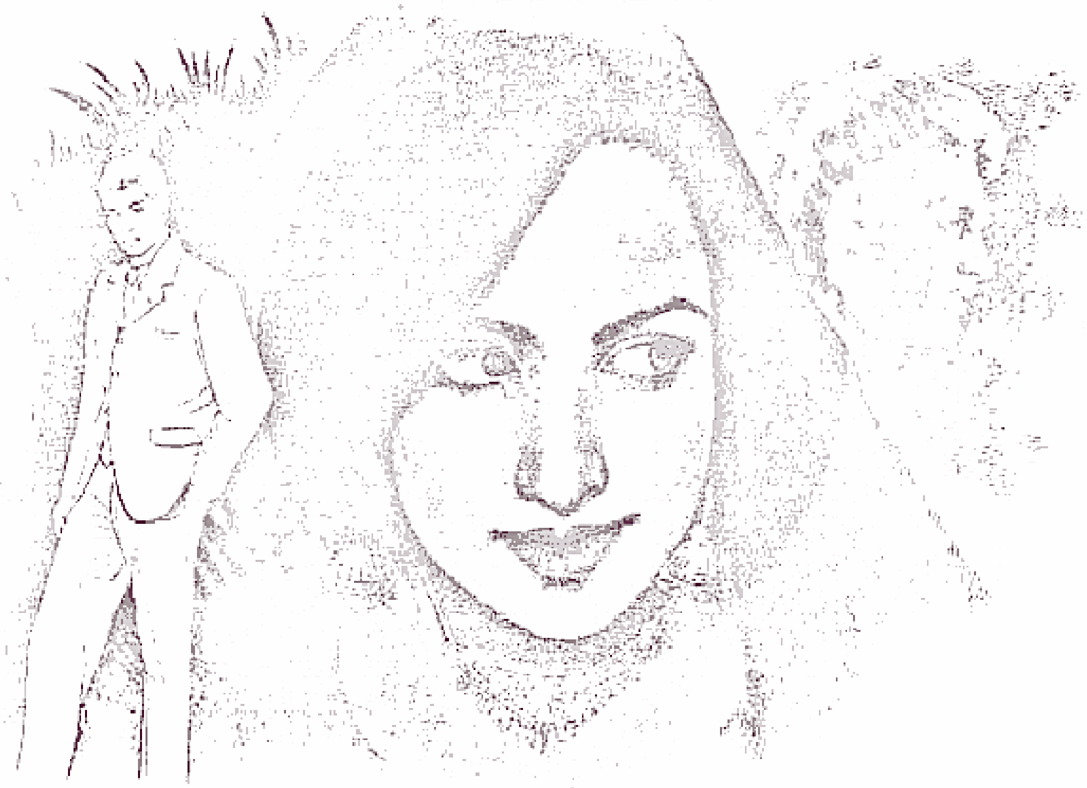

آمنہ ریاض

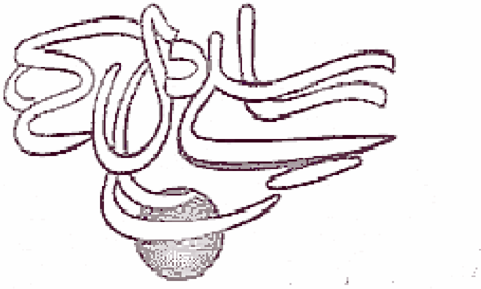

حسنات علی نے کبھی کہا نہیں مگر دل ہی دل میں اس نے اپنی ذات کو ایک ایسے سنگھاسن پر بٹھا رکھا تھا جہاں سے اس کے ارد گرد رہنے والے لوگ بالشتیے تو خیر نہیں لگتے تھے لیکن انہیں دیکھنے کے لیے نظروں کے ساتھ ساتھ گردن بھی جھکانا پڑتی تھی' ایسے میں جب عافیہ خالہ نے اپنی بیٹیوں میں سے 'خاندان بھر میں سب سے کم صورت گردانی جانے والی بیٹی کا رشتہ بھی اسے دینے سے انکار کر دیا تو اس کی ذات کا سارا زعم و غرور صابن کے پھسپھسے جھاگ کی سی شکل اختیار کر گیا۔

انکار جتنا غیر متوقع تھا صدمہ اتنا ہی شدید۔ حالانکہ بات اتنی بڑی بھی نہیں تھی اس قسم کے معاملات میں ایسا ہو ہی جایا کرتا ہے پھر کوئی ڈھول بھی نہیں پیٹا گیا تھا کہ سارا زمانہ واقف ہو جاتا۔ اس نے سرسری سا ذکر ماں جی سے کیا۔ ماں جی نے سرسری انداز میں عافیہ خالہ سے بات کر ڈالی۔ عافیہ خالہ نے انکار کیا اور ماں جی نے ان کا انکار حسنات تک پہنچا دیا۔

"اچھا ہوا جو میں نے شجاعت اور عرفات سے ذکر نہیں کیا۔ ان سے بات کرنے کے بعد ممکن ہی نہیں کہ ان کی بیویاں واقف نہ ہوں۔ بہت ہی اچھا ہوا ورنہ ان دونوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زینب غفار بہت جھگڑالو لڑکی تھی۔

بستی رحمت پورہ نامی اس چھوٹے سے گاؤں کا ایک ایسا کردار جسے پسند کرنے والوں کے نام بہت سوچ بچار کے بعد بھی بس اتنے ہی سامنے آتے تھے کہ با آسانی انگلیوں کی پوروں پر گنے جا سکیں جبکہ گاؤں میں رہنے والوں کا ایک وسیع حلقہ اسے ناپسند کرتا تھا۔

لوگوں نے اس کا ذکر کرنے کے لیے مختلف نام سوچ رکھے تھے مگر اس کے سامنے اس کی نظروں سے خائف ہو کر وہ اسے زینب باجی کہتے تھے جبکہ اکثر لوگ اسے مخاطب نہ کرنے میں ہی اپنی بھلائی سمجھتے تھے کیونکہ وہ سب جانتے تھے زینب بے عزتی کرتے ہوئے چھوٹے بڑے کا فرق نہیں دیکھتی۔

تائی تو برملا کہتیں۔ "اچھی شکل کا غرور ہے۔"

اب اس رائے پر چاہے تائی کی اپنی بیٹیوں کو بھی کتنا ہی اعتراض کیوں نہ ہو زینب کو مطلق پرواہ نہیں تھی۔ جو کہتا ہے کہتا رہے۔ اس کی بلا سے وہ جو بھی تھی جیسی بھی تھی۔۔۔۔ خوشی کا تو پتا نہیں مطمئن ضرور تھی۔ شاید اس لیے کیونکہ وہ جانتی تھی اس کی بد مزاجی سے خار کھانے کے باوجود اس گاؤں کا ایک بھی شخص ایسا نہیں جو اپنے روز مرہ استعمال کی اشیاء خریدنے کے لیے اس کی اماں کی دکان کے علاوہ کہیں اور کا رخ کرے کیونکہ وہ چاہے جتنی بھی کڑوی زبان کی مالک ہو اس کی ماں با اخلاق اور نرم لہجے میں بات کرنے کی عادی تھیں۔ گاؤں والے ان کی عزت کرتے۔ اکثر گھروں سے بچے ان کے پاس قرآن پاک پڑھنے آتے اور ان کی مائیں "دکھ سکھ" کہنے آتیں۔ زینب کی بد مزاجی، تلخ کلامی اور بد تمیز فطرت کے باوجود "تقریباً" دن بھر گھر میں خواتین کا تانتا بندھا رہتا۔ کوئی پاؤ بھر دال لینے آئی تو آدھ گھنٹہ بیٹھ کر ساس کی شکایتیں لگا گئی۔ کسی کو چھٹانک ہلدی کے ساتھ ہفتہ بھر پہلے دیکھے گئے خواب کی تعبیر پوچھنا ہوتی اور کسی کو صرف پڑوسن کے خلاف جلے دل کے پھپھولے پھوڑنا ہی مقصود ہوتا۔

دکان باہر کے رخ پر بنے کمرے میں تھی۔ ایک کھڑکی اور دروازہ باہر گلی میں جبکہ دوسرا صحن میں کھلتا تھا۔ باہر کی سمت میں کھلنے والا دروازہ بند ہی رہتا۔ کھڑکی کھلی رہتی۔ عورتیں کچھ خریدنے آتیں کھڑکی سے جھانکتیں اور گھر کے داخلی دروازے سے اندر ہو جاتیں۔ زینب اس طرز عمل پر بری طرح خار کھاتی لیکن اماں نے حتی المقدور مشورے دے دے کر سب ہی کو سر پر چڑھا رکھا تھا۔

"تمہیں تکلیف کیا ہے آخر؟ مجھے عزت دیتے ہوئے اگر کوئی دو گھڑی کو میرے پاس آ ہی جاتی ہے تو تمہیں پتنگے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ بیچاریاں تمہیں تو کچھ بھی نہیں کہتیں۔"

اماں کو اس کی ناگواری ہر بار ہی بری طرح کھلتی۔ البتہ اب وہ اسے سمجھاتے سمجھاتے تھکنے لگی تھیں۔

"بیچاریاں۔۔۔۔ ہونہہ کسی کی مجال ہے کہ مجھے کچھ کہے۔ وہ تو آپ نے ہی سر چڑھایا ہوا ہے۔۔۔۔ اور یہ عزت وزت کا خیال آپ دل سے نکال ہی دیں یہ جو اتنی بڑی کالی بنا رکھی ہے ناں ادھار مال دینے کی۔۔۔۔ میں کہتی ہوں ذرا اسے بند کریں پھر میں بھی دیکھوں کون صبح و شام آپ کے گھٹنے سے لگی بیٹھی رہتی ہے۔" حقیقت پسند تھی اماں بڑی بری طرح ردعمل ظاہر کرتیں۔

"تمہاری زبان کوئی کرامت نہ دکھائے بس اسی کی فکر ہے ورنہ جب تک میں زندہ ہوں نہ تو یہ کالی بند ہوگی نہ ہی دکان۔ ارے گھر کی دال روٹی اسی سے تو چلتی ہے۔ اسے بھی بند کر دیا تو فاقوں کی نوبت نہ آ جائے گی۔" وہ جھنجھلا ہی جاتیں۔

زینب کو ایسے چٹے سفید جواب پر ہمیشہ ہی آگ لگ جاتی تو کس نے کہا ہے یہ مصیبت پالنے کے لیے۔ میں جو دن بھر کڑھائی کے فریم سے آنکھیں چپکائے رہتی ہوں تو یہ کس کی خاطر کر رہی ہوں اسی لیے ناکہ آپ کو آرام ملے۔"

وہ کبھی کبھی تو بری طرح جھنجھلاتی اور کہہ دیتی مگر صرف ایک وہی بات تھی جو اسے کبھی کبھی زبان بندی پر مجبور کر دیتی تھی۔

دکان چلانا بہرحال ضروری ہی تھا۔

اس کی ناپسندیدگی اور ہر طرح کے اعتراضات کے باوجود تب ہی تو جب اماں اچانک ہی بستر سے جا لگیں تو یہ ذمہ داری خود بخود اس کے کندھوں پر آ پڑی۔ کالی بیچارا تو ازلی معصوم تھا۔ کسی چھوٹے بچے کی طرح اس کی حفاظت کرنا پڑتی تھی دکان کیا خاک سنبھالتا۔ دو تین بار جا کر بیٹھا بھی تو محلے کے بچوں نے جان کھالی۔ ناچار زینب کو خود ہی دکان سنبھالنا پڑی۔ مگر یہاں بھی اس کی فطرت آڑے آ گئی۔

وہ زبان کی کڑوی تھی سو تھی مگر کھری تھی۔ ادھار ایک حد تک دینے کی قائل۔ کالی میں تو تب کے حساب کتاب

اس نے اگلے پائیدان پر پیر جمایا حسنات دنگ رہ گیا۔

"اس میں؟" اس نے حیرانی سے بغیر چھت اور سیٹوں والے تانگے کو دیکھا جس پہ کچھ تربوز اور کچھ دیگر سامان لدا ہوا تھا۔

"تو اور کس میں؟" وہ رک کر تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"میرا مطلب ہے ..... کیا یہاں کوئی معقول سواری نہیں مل سکتی؟" زینب نے پھر سے اسے شرمندہ کر دیا تھا۔

"معقول سواری؟" سر پہ صافہ لپیٹے کوچوان کو جھٹکا لگا۔

"اس میں کیا برائی ہے باؤ! میرے سلطان سے اچھا تانگہ پورے پنڈ میں کوئی نہیں کھینچتا۔"

اسے سلطان صاحب کی صلاحیتوں پر تو قطعاً کوئی شک نہ تھا البتہ تھوڑی سی جھجک ضرور محسوس ہو رہی تھی جبکہ میزبان صاحبہ نے اس کی جھجک کو اہمیت دی نہ ہی اس کے اعتراضات کو۔ بس وہ خاموشی سے تانگے میں سوار ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

ناچار حسنات کو بھی اپنی جھجک کو پس پشت ڈالنا پڑا۔

"چل بھئی ..... رب سوہنے دی خیر۔" کوچوان نے چابک لہرایا اور گھوڑا سرپٹ اونچے نیچے راستوں پر دوڑنے لگا۔

جب تک تانگہ شہر کی حدود سے نکلا حسنات بے حد بیزاری سے ہی سہی مگر تربوزوں کو اِدھر اُدھر لڑھکا کر اپنے لیے جگہ بنا چکا تھا۔ بریف کیس کو سوئے ہوئے بچے کی طرح گود میں دبوچ لیا البتہ بیرر کا بیگ اطمینان سے تربوزوں کے بستر پر پھینک دیا تھا۔

"پھپھو اور کامران کیسے ہیں؟"

اس ہچکولے کھاتے سفر اور اردگرد اڑتی گرد کی بدمزگی سے چھٹکارا پانے کا اسے فوری طور پر ایک ہی طریقہ سمجھ آیا تھا سو گفتگو کا آغاز کیا۔

"ہم گھر ہی جا رہے ہیں۔ جا کر پوچھ لینا۔"

گو کہ اس جملے کو بے حد اپنائیت بھی گردانا جا سکتا تھا مگر زینب کے انداز میں کچھ ایسی لاتعلقی ضرور تھی کہ وہ خفیف سا ہو گیا برا بھی محسوس ہوا کوئی غلط بات تو نہیں پوچھی تھی۔

چاروں طرف سے اٹھتا گرد کا طوفان اور بھی برا محسوس ہونے لگا مگر ایک مرتبہ پھر گفتگو کا آغاز کر کے مزید بدمزہ نہیں ہونا چاہتا تھا اس لیے دل ہی دل میں دو دفعہ "نہیں تو نہ سہی۔" کہہ کے سن گلاسز آنکھوں پر ٹکا لیے مگر وہ الجھتا رہا۔ اسے گرد سے جتنی نفرت تھی اتنا ہی یہ گرد اس کے حصے میں آ رہی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ سورج بھی آگ اگل رہا تھا۔

اسی پل مسلسل لگنے والے ہچکولوں سے متاثر ہو کر لڑھکنے والے گھی کے ڈبے کو سنبھالنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے زینب کی نظریں لاشعوری طور پر اس کی جانب اٹھ گئی تھیں اور قدرے متعجب ہو کر پلٹ آئی تھیں۔ اس لمبے چوڑے بھرپور جوان شخص کے چہرے پر بالکل بچوں کی سی معصومیت و خفگی چھائی ہوئی تھی۔ بظاہر تو بے ضرر ہی لگ رہا تھا۔

"گاؤں میں اندھیرا بہت جلدی پھیل جاتا ہے۔ تم تو شاید پہلی دفعہ ہی جا رہے ہو اس لیے پتا نہیں ہو گا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ مجھے بھی سوئی میں دھاگہ پرونے کا شوق نہیں ہے۔"

"او..... تمہیں کاہے کی فکر؟" وہ تڑخ کر بولی۔ اسے آگے سے جواب دینے والے لوگ زہر لگتے تھے اور اس وقت تو اپنے اندازے کے غلط ہو جانے کی تلملاہٹ بھی تھی حالانکہ حسنات کا لہجہ عام سا تھا نہ طنز نہ مذاق۔

"میں نے تو صرف اس لیے بتایا تاکہ تم ابھی سے ذہن میں بٹھا لو آٹھ بجے تک ہم گھر کا دروازہ بند کر لیتے ہیں پھر دروازہ صبح ہی کھلتا ہے۔ تمہیں وقت کی پابندی کرنا ہو گی۔ ناشتہ صبح چھ بجے، ساڑھے بارہ دوپہر کا کھانا اور رات کا شام سات بجے..... گاؤں چاہے سارا ہی گھوم گھام کر دیکھ لینا مگر اِدھر اُدھر دوستیاں گانٹھنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ ایسا نہ ہو کل کلاں کو ہمارے دروازے پر تمہیں پوچھنے کوئی بھی ایرا غیرا آنے لگے۔ ماموں نے تمہیں ہماری ذمہ داری پر بھیجا ہے۔ کوئی شکایت نہیں ملنی چاہیے۔" کسی سخت گیر وارڈن کی طرح وہ اسے رولز اینڈ ریگولیشنز بتا رہی تھی مگر آخری بات سن کر ساری ہی ناپسندیدگی کے باوجود اسے اتنے زور کی ہنسی آئی کہ چھپانا ہی مشکل ہونے لگی۔

یعنی اس کے ماں باپ نے اس پانچ فٹ دس انچ کے بندے کو اس لڑکی کی ذمہ داری پر بھجوایا تھا جو قد اور عمر دونوں میں ہی اتنی چھوٹی دکھائی دیتی تھی کہ اگر اس کی جگہ زاشی ہوتی تو پہلی ہی نظر میں بنا تامل اسے "فرسٹ ایر فول" کہہ دیتی۔

لیکن حسنات کو چونکہ بہت سوچ سمجھ کر بولنے کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی مسہری تھی مگر بستر آرام دہ ہی تھا۔

اس نے جوتے اتار کر ایک طرف رکھے اور ابھی کمر سیدھی کرنے کے خیال سے لیٹا ہی تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر شرمائی شرمائی سی زارا اندر داخل ہوئی۔ وہ ابھی پوری طرح لیٹا بھی نہیں تھا۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"اوہ..... آپ آیئے تشریف لایئے۔" اس نے پوری طرح تہذیب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے کہا وہ پھپھو کا منتظر تھا۔

"میں یہ آپ کے لیے لائی ہوں۔" ہاتھ میں پکڑی ٹرے اس نے حسنات کی جانب بڑھا دی جس میں سرخ شربت سے لبالب بھرا جگ اور نفیس سا گلاس موجود تھا۔ شربت کی سطح پر برف کے کیوب تیر رہے تھے۔

"بہت شکریہ..... مگر آپ نے بلاوجہ تکلف کیا میں نے پھپھو سے کہا بھی تھا 'صرف سادہ پانی چاہیے۔" اس نے سادگی سے کہا۔

"ہاں ہاں۔ پھپھی جان نے سادہ پانی ہی کہا تھا مگر آپ یہ شربت پی کر دیکھیں بہت اچھا ہے۔ میں نے خود بنایا ہے۔" اس نے اپنی گڑبڑاہٹ بڑی خوبی سے چھپالی۔ "اور تکلف کی کیا بات ہے مہمان کی خدمت تو فرض ہوتی ہے۔"

اسی وقت ساجدہ پھپھو آگئیں تو اسے جلدی سے ڈائیلاگ ادھورا چھوڑ کر جانا پڑا کہ ان کے ہاتھ میں سادہ پانی کا جگ اور گلاس بھی موجود تھا۔

"آپ نے بہت اچھا کیا۔ پھپھو! سادہ پانی لے آئیں۔ یہ شربت بھی اچھا ہے مگر پیاس تو سادہ پانی سے ہی بجھتی ہے۔"

اس نے خوش دلی سے کہتے ہوئے ان کے ہاتھ سے گلاس لے لیا۔ پھپھو نے قدرے حیرانی سے شربت والے جگ کی جانب دیکھا پھر سر جھٹک کر اس کی جانب متوجہ ہو گئیں۔ اتنے عرصے کے بعد بھتیجا آیا تھا۔ انہیں کئی باتیں کرنا تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہ عموماً "اتنا سوتا نہیں تھا جتنا اس روز سویا۔

جب بیدار ہوا تو گو کہ اتنی دیر تک بے سُدھ ہو کر سونے کی ہلکی سی شرمندگی بھی محسوس کر رہا تھا مگر ذہن بھرپور نیند کے احساس سے یوں ہو رہا تھا جیسے شاخ سوکھے پتوں کے جھڑ جانے سے ہلکی پھلکی ہو جاتی ہے۔

گرمی یہاں خوب تھی اور پانی ٹھنڈا۔ اس نے از سرِ نو غسل لیا اور پھپھو کی ہمراہی میں کمرے سے باہر آ گیا۔ یہاں زارا کی پھیلائی ہوئی سنسنی کے زیرِ اثر سب ہی افراد اس کے استقبال کے لیے کم اور دیدار کے شوق میں زیادہ صحن میں جمع ہو گئے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ کسی کو بھی مایوسی نہیں ہوئی گو کہ زارا نے جتنی بھی تعریفیں کی تھیں وہ اتنا بھی شاندار نہیں تھا مگر کچھ کم بھی نہ تھا۔ پہلی ہی نظر میں پسندیدگی کے تاثرات ابھرے تھے۔

نجمہ باجی نے نوشی کو اپنے کندھے پر تھپکتے ہوئے دل ہی دل میں زارا کی پسند کی داد دی۔ ناظمہ کا موڈ البتہ کچھ خراب ہوا۔ ہونہہ کیا ضروری تھا آج زارا ہی دروازہ کھولتی۔ پتا نہیں ہر اچھی چیز اسی کی نظر میں پہلے کیوں آجاتی ہے۔

ماجدہ تائی البتہ اپنی عقل کو کوستی رہیں۔ گھر میں دو دو جوان لڑکیاں تھیں اور انہوں نے اس پہلو پر دھیان ہی نہیں دیا۔ آئے ہائے یہ زینب بدبخت تو آنکھوں پر پٹی ہی باندھ دیتی ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہتی۔ حالانکہ میری عقل و ذہانت کا تو سارے خاندان میں چرچا ہے۔ لیکن خیر ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ محنت تھوڑی زیادہ کرنا پڑے گی مگر ایک بیٹی کا بوجھ تو کندھوں سے اترے ہی اترے۔

وہ بڑھ کر حسنات کی بلائیں لینے لگیں۔

حسنات بے چارے کو اتنے پرجوش استقبال کی توقع نہیں تھی۔ قدرے گھبرا گیا اور احمقوں کی طرح بات بے بات مسکرا تا رہا۔ شکر ہے کہ پھپھو وہاں موجود تھیں گو کہ ان کی توجہ کھانا چننے میں زیادہ تھی مگر حسنات کو بہت آسرا محسوس ہو رہا تھا۔

کچھ دیر گزری تو اس کی جھجک بھی دور ہو گئی۔ یہاں سب ہی اچھے تھے۔ دوستانہ طبیعت کے مالک اور جلدی گھل مل جانے والے۔

"یہ نجمہ تو دو دن سے آئی ہوئی ہے 'البتہ مجاہد آج ہی آیا ہے نجمہ کو لے جانے کے لیے 'وہ تو تمہارے لیے میں نے انہیں بھی روک لیا کہ اتنے عرصے بعد بچہ آ رہا ہے' ملاقات ہو جائے گی اتنے سے تھے تم۔" انہوں نے زمین سے کوئی دو تین فٹ کی اونچائی پر ہاتھ رکھ کر بتایا۔ "جب یہاں آئے تھے۔ ایمان سے اپنی ماں اور پھپھو سے زیادہ میری گود میں چڑھے رہتے تھے۔ بڑا پیار تھا اس کا میرے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھیں۔ بالکل سامنے دیوار کے سائے میں چھوٹی سی بکری بندھی تھی جس کے سامنے بکھرے چارے میں زرد زرد چوزے چونچیں مار رہے تھے۔

باہر کی چار دیواری دیکھ کر وہاں کھڑے رہ کر لگائے گئے سارے ہی اندازے بالکل درست ثابت ہوئے تھے۔ یہاں دیہاتی طرز زندگی کے وہ تمام رنگ دکھائی دے رہے تھے جنہیں بڑی تلاش بسیار کے بعد بھی وہ تائی ہاجرہ کے پورشن میں تلاش نہیں کر سکا تھا۔

بالکل سامنے والے دروازے سے زینب آ رہی تھی' اسے منہ اٹھائے صحن کے بیچ و بیچ کھڑے دیکھا تو ٹھٹک کر رک گئی۔

حسنات نے محتاط انداز میں سلام کیا۔ ریلوے اسٹیشن پر ہونے والی اس پہلی ملاقات کے بعد وہ دوسری بار اس سے مل رہا تھا اور اس دوران جتنا کچھ اس کے متعلق سن چکا تھا اس کے بعد لاشعوری طور پر محتاط ہونا کچھ ایسا غیر معمولی بھی نہ تھا۔

"اماں کمرے میں ہیں۔" وہ رکھائی سے کہتی آگے بڑھ گئی جبکہ حسنات کی نظریں بھٹک کر اس کے پیر تک چلی گئیں۔

"زینب!" بے ساختہ ہی وہ پکار بیٹھا۔

وہ اس کے یوں پکارنے پر ٹھٹکی پھر پلٹ کر سلوٹ زدہ پیشانی کے ساتھ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہارے پاؤں کا زخم کیسا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔" اس کا لہجہ پہلے سے بھی روکھا تھا۔

حسنات سر جھٹک کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرہ نیم تاریک اور گھٹن زدہ سا تھا۔ اسے وحشت ہوئی۔

"پھپھو!" وہ روشنی سے تاریکی میں آیا تھا۔ کچھ دکھائی نہ دیا تو پکار لیا۔ وہ سامنے ہی چارپائی پر لیٹی ہوئی تھیں۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں۔

"ارے.... حسنات! مجھے بلا لینا تھا بیٹے! تم نے کیوں زحمت کی؟"

"آپ بس لیٹی رہیے۔" اس نے دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھتے ہوئے زبردستی انہیں لٹا دیا۔ "اور آپ کو کیوں بلواتا؟ بچے بڑوں کے پاس آتے ہیں۔ میرا خیال ہے آپ مجھے اپنا بچہ سمجھتی ہی نہیں ہیں۔"

"ہیں' ہیں! یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟ اتنی سخت بدگمانی۔" وہ اور بھی گھبرا گئیں۔

"اور نہیں تو کیا.... اپنا سمجھتیں تو غیروں کی طرح مجھے اس گھر میں نہ ٹھہراتیں۔ کیا آپ کے اس چھوٹے اور پیارے سے گھر میں ایک کمرہ بھی نہیں مل سکتا تھا مجھے..."

"میں نے تو تمہارے آرام کے خیال سے ہی.... بیٹا! میرا گھر تو بہت ہی چھوٹا سا ہے.... تمہیں دقت ہوتی۔" وہ جھجک آمیز لہجے میں وضاحت دینے لگیں۔

"دقت کیسی پھپھو...." اس نے بے حد اپنائیت سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"اور میں کون سا کسی شہنشاہ کے گھر پیدا ہوا تھا کہ محلوں کی عادت ہو۔ یہاں رہتا تو کم سے کم آپ کے قریب تو رہتا ورنہ ہوٹل' سرائے بھی کیا برے تھے۔"

اس نے کونے میں رکھا موڑھا گھسیٹا اور اطمینان سے بیٹھ کر ٹھنڈی چائے کی چسکیاں لینے لگا۔

اتنی محبت.... ایسی اپنائیت۔ پھپھو آنکھوں میں آئے آنسو پونچھتی رہیں پھر جتنی بھی دیر حسنات وہاں بیٹھا در پردہ اپنی جانب سے اپنائیت کا یقین ہی دلاتا رہا۔ اسے بھی پھوپھو کے اندر سے اس احساس کمتری کو نکالنا تھا جو گاؤں کے اس ماحول' قریبی رشتوں کی دوری اور شاید ان کی غیر مستحکم مالی حیثیت نے ان کے اندر پیدا کر دی تھی۔

بمشکل آدھ گھنٹہ وہ پھپھو کے پاس بیٹھا اور اس آدھ گھنٹے کے دوران باسط دوبار اسے بلانے آچکا تھا۔ تیسری مرتبہ آیا تو منہ پھولا ہوا تھا۔

"آپ آ کیوں نہیں جاتے' وہاں امی آپ کے لیے پکوڑے تل کر بیٹھی ہوئی ہیں اور آپ کو بلوانے کے چکر میں میرے اوورز پر اوورز مس کروا رہی ہیں۔"

اس لمبے تڑنگے لڑکے نے دروازے کے بیچوں بیچ رک کر روشنی کا رستہ روک لیا تھا اور اب کی بار حسنات اٹھ ہی گیا۔

"آپ شام کو تیار رہیے گا۔ میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں گا۔"

"تم چلو میں کھانا بھی بس لا ہی رہی ہوں۔" اس کی بات کو قطعی نظر انداز کرتے ہوئے پھپھو نے خوشی سے بے حال لہجے میں کہا۔ ایک اور عقدہ بالآخر کھل ہی گیا۔ یعنی اتنے دن سے وہ انواع و اقسام کے کھانے جو اسے کھلائے جا رہے ہیں' وہ پھپھو کا کارنامہ ہے۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ اسی پل اس نے سوچ لیا۔ اسے اب کیا کرنا ہے۔

زینب سیڑھیوں سے لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھائے نیچے آ رہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی۔ ایک پاؤں زخمی پھر صنف نازک۔ ایسے بھاری بھر کم کام کرتی کہاں اچھی لگتی ہے۔ اس نے دیکھ لیا تھا۔ وہ زخمی پاؤں کی ایڑی اٹھائے پنجے کے بل اتر رہی تھی۔

بالکل اچانک وہ اس کی مدد کے لیے آگے بڑھ گیا۔

"لاؤ۔ مجھے دو۔" اس نے سیڑھیوں کے درمیان رک کر ہاتھ بڑھایا۔ زینب نے ماتھے پر تیوری ڈال کر قدرے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

حسنات اس کے سوال پر گڑبڑا گیا۔ کوئی غلط بات تو نہیں کی تھی۔

"تمہیں پہنچا رہا ہوں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"کیوں؟..... کیا میرے ہاتھ پیر ٹوٹے ہوئے ہیں۔" اس نے تڑخ کر پوچھا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا زینب!"

"پہلی بات تو یہ کہ سب مجھے زینب باجی کہتے ہیں۔ اگلی بار میں تمہارے منہ سے زینب نہ سنوں اور دوسری بات یہ کہ مجھے کسی کی مدد نہیں چاہیے میں سب کام خود کر سکتی ہوں..... تم اپنے راستے پر چلتے پھرتے نظر آؤ۔"

وہ کچھ زیادہ ہی خر دماغ تھی۔ حسنات کہہ کر پچھتایا۔ کیا ضرورت تھی مدد کے جذبے سے سرشار ہونے کی۔ وہ جھنجلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ پیچھے پیچھے باسط تھا جس کی ہنسی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"کس نے کہا تھا آپ سے آگے ہونے کے لیے۔ میں بھی تو وہیں تھا مگر میں جانتا تھا' وہ ایسے ہی کہے گی' اسی لیے خاموشی سے بیٹھا رہا۔"

آگے پھر ہنسی۔ گھر جا کر اس نے باری باری سب کو حسنات کی بے عزتی کا قصہ مزے لے لے کر سنایا۔ حسنات کو زینب کی بات کم بری لگی تھی اوپر سے باسط صاحب نے اس بات کو لطیفہ ہی بنا چھوڑا۔

"میں تو پھر بھی یہی کہوں گا۔ نیا نیا تجربہ ہے' آہستہ آہستہ عادت ہو ہی جائے گی۔" اپنی طرف سے اس نے تسلی دی تھی۔ حسنات بیزار ہو کر باہر نکل گیا۔

✡ ✡ ✡

"یہ کیا ہے؟"

زینب نے تعجب سے چارپائی پر رکھے شاپروں کو دیکھا۔ اماں پڑوس سے آیا کھیر کا پیالہ لے کر باورچی خانے میں گئی تھیں' وہ متجسس ہو کر خود ہی آگے بڑھی اور شاپر کھول کر جائزہ لینے لگی۔ مرغی' مچھلی کے علاوہ سادہ گوشت' پھل' تین دالیں' کچھ مسالہ جات' گھی کے دو پیکٹ' بسکٹ' نمکو کے علاوہ کچھ سبزیاں بھی تھیں' جیسے پیاز' لہسن' ادرک' ٹماٹر وغیرہ۔

اس کی پیشانی پر اور بھی بل پڑ گئے۔ ان کے یہاں سب ہی کچھ ناپ تول کر آتا تھا۔ مرغی مچھلی کا تو خیر کیا سوال۔ سادہ گوشت بھی کہیں مہینہ بعد پکتا' دالیں مسالے اماں حساب سے دکان کے سامان سے الگ کر لیتیں۔ گھی ایک چمچی ڈلتا۔ روز کی ہانڈی میں۔ بسکٹ نمکو کے چونچلے کسی نے نہ پالے تھے' باقی رہی سبزی تو وہ یہاں پر ہی شہر سے زیادہ سستی اور تازہ مل جاتی تھی۔

اب اماں سے تو اس کم عقلی کی امید نہ تھی اور جس سے امید تھی' اسے باہر چارپائی پر بیٹھ کر کاکی سے باتیں کرتا دیکھ آئی تھی۔ وہ کمرے سے باہر یوں نکلی جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔

"یہ تم لائے ہو؟" اس نے سارے شاپر لے جا کر اس کے سامنے پٹخے۔ ایسا پھاڑ کھانے والا انداز تھا کہ وہ بری طرح سٹ پٹا گیا۔

"ہاں.....!" زینب کے سامنے وہ لاشعوری طور پر یوں ہی محتاط ہو جاتا تھا جیسے سرکاری اسکول کے بچے پرنسپل کے سامنے ہوتے ہیں۔

"کیوں؟..... کوئی چیز کم ہے کیا؟" اس نے دوستانہ مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے پوچھا۔ "دراصل مجھے گھر کی عادت پڑی ہوئی ہے اماں جی راشن لینے مجھے ہی بھجواتی تھیں اور میں ہر بار کوئی نہ کوئی چیز کم ہی لاتا تھا۔ کوئی چیز کم ہے تو بتا دو میں کل ہی لے آؤں گا۔ حالانکہ میں بہت سوچ سوچ کر۔"

"کیوں لائے تم یہ سب؟" اس نے ڈپٹ کر پوچھا۔ حسنات ایک پل کے لیے چپ رہ گیا۔ بھلا اس میں اب ناراض ہونے کی کیا بات تھی۔

"بتا تو رہا ہوں' گھر کی عادت پڑی ہوئی ہے۔" اس نے پھر اسی دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ وضاحت دینا چاہی۔

"لیکن یہ تمہارا گھر نہیں ہے۔" زینب نے سرد مہری سے کہا۔ حسنات کچھ کہنے کو پر تول رہا تھا۔ ایک دم سے خاموش ہو گیا۔ اپنائیت کا معمولی سا اظہار اس کی بے مروتی کو اتنا واضح کر دے گا' اس کا اندازہ بھی تو نہیں تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تم یہ شوق اپنے گھر جا کر پورے کرنا ہمیں تمہاری لائی ہوئی کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

"زینب! کیا فضول بکواس کیے جا رہی ہے۔" پھپھو بوکھلائی ہوئی باہر نکلیں۔

"بکواس نہیں کر رہی انہیں سمجھا رہی ہوں۔" وہ اسی لہجے اسی انداز میں بولی۔

"کتنے دن سے دیکھ رہی ہوں' ہر روز کوئی نہ کوئی شاپر لیے چلے آتے ہیں اور آج یہ اتنا ڈھیر..... کیوں؟ کیا انہیں یہاں اچھا کھانے کو نہیں ملتا۔"

"میرا ایسا کوئی مقصد نہیں تھا زینب با..... پھپھو! میں قسم کھا رہا ہوں۔" وہ اس الزام پر بری طرح بوکھلا گیا۔

"کوئی ضرورت نہیں قسم وسم کھانے کی۔" زینب ڈپٹ کر بولی۔

"تم پہلے بھی کچھ نہ کچھ لاتے رہے مگر میں خاموش رہی صرف اماں کی وجہ سے کہ کہیں انہیں میرے اعتراض پر اعتراض نہ ہو مگر اب ایک بات میں صاف صاف بتائے دیتی ہوں۔ اگلی بار تم کچھ بھی لائے تو میں باہر پھینک دوں گی اپنے پیسے کا رعب تم ان ہی کو دکھاؤ جو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ہم پر احسان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم غریب سہی بے غیرت نہیں کہ مہمان کو دو وقت کا کھانا بھی نہ کھلا سکیں۔"

حسنات کی پیشانی کی رگیں تن گئی تھیں۔ اس کا خلوص ملیا میٹ کیا جا رہا تھا۔ اپنی مرضی کے معنی اوڑھائے جا رہے تھے مگر آخر جملوں پر اسے افسوس ہونے لگا۔ اس نے سر جھٹکا اور باہر نکل گیا۔

اب اس سرپھری کے منہ کون لگے؟ دروازے کے قریب تائی ہاجرہ کھڑی تھیں۔ جانے کب آئیں۔ حسنات کو اور بھی سبکی کا احساس ہوا مگر وہ رکا نہیں۔ نظریں چراتا نکل گیا۔

صحن میں سناٹا چھا گیا تھا۔ تائی کا دل خوشی سے پاگل ہونے لگا۔ دل چاہا زینب کی بلائیں لے ڈالیں۔ وہ کئی دن سے دیکھ رہی تھیں۔ حسنات کا جھکاؤ اس کی پھپھی کے گھر کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس کے دل میں بڑھتی ہمدردی انہیں پریشان کیے دے رہی تھی اور یہ ہمدردی بڑی نقصان دہ چیز ہوتی ہے بعض اوقات بڑے بڑے فیصلے منٹوں میں کروا لیتی ہے مگر اب وہ مطمئن ہو چلی تھیں بھلا جس لڑکی کے اطوار زینب جیسے ہوں کوئی عقل مند اور سلجھا ہوا شخص اس کے متعلق سوچ سکتا ہے؟

حسنات عقل مند بھی تھا اور سلجھا ہوا بھی۔ اتنا تو وہ اس عرصہ میں اندازہ لگا ہی چکی تھیں۔ تائی ہاجرہ مسرور سی واپس پلٹ گئیں۔ اماں کا سکتہ ٹوٹ گیا۔

"بیڑا غرق ہو تیرا زینب!" آنسو پہلے نکلے الفاظ بعد میں۔

زینب بی بی اطمینان سے چارپائی پر بیٹھی پیر جھلانے لگیں۔ تیر چھوڑ دیا تھا اب دیکھنا یہ تھا کہ نشانے تک پہنچا ہے یا نہیں۔

"تم آخر چاہتی کیا ہو؟ اتنے عرصے میں میرے میکے سے پہلی بار کوئی آیا تمہارا بس نہیں چلتا اسے دھکے مار کر نکال دو۔ آخر وہ بے چارہ تمہارا کیا لیتا ہے۔"

"آہا..... ہاتھ نہ توڑ دوں' وہ کچھ لے تو۔" وہ آرام سے بولی۔

"اور مجھے کسی کے آنے پر کوئی اعتراض نہیں۔ سو دفعہ آئے مگر ہم پر اپنے پیسے کا رعب جمانے کی کوشش نہ کرے۔"

"احسان کیسا؟ اور کیا غیرت صرف تم میں ہے؟" اماں جھنجھلائیں۔

"وہ سمجھا ہوا بچہ ہے' کل مجھے گھر کے اخراجات کے لیے روپے دے رہا تھا۔ کہنے لگا کئی دن سے دینا چاہ رہا تھا کہ آپ کو برا نہ لگے اور مجھے بھی شرمندگی نہ ہو کہ مفت میں بیٹھا کھا رہا ہوں۔ میں نے پیسے لینے سے انکار کیا تو راشن اٹھا لایا..... سمجھنے کی کوشش کرو زینب! وہ ہم پر بوجھ بن کر نہیں رہنا چاہتا۔"

"اتنا ہی احساس ہوتا تو آتا ہی کیوں؟ ہونہہ احسان جتا کر زیر بار کرنا چاہتا ہے وہ ہمیں..." وہ تنک کر بولی۔

"کیا سوچتا ہوگا حسنات..... بس اب میں بتائے دے رہی ہوں۔ تمہیں اس سے معافی مانگنا ہوگی۔" حالانکہ اپنی بیٹی کو وہ جانتی تھیں مگر اس انہیں وقت صرف حسنات کی پروا تھی۔

"ارے واہ..... معافی مانگتی ہے میری جوتی۔" اسے پتنگے ہی لگ گئے۔

"تو پھر ٹھیک ہے جب تک اس سے معافی نہ مانگو' مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔"

انہوں نے دھمکی نہیں دی تھی۔ تہیہ کیا تھا کہ زینب سے معافی منگوا کر رہیں گی۔ مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہ دنیا الٹ پلٹ ہو جاتی' وہ اپنے موقف سے نہ ہٹتی۔ لیکن اماں دنیا میں وہ واحد شخصیت تھیں جن کی ناراضی اس کے لیے اہمیت رکھتی تھی۔ اسے معافی نہیں مانگنی تھی سو نہ مانگی البتہ اماں کی مستقل ناراضی سے وہ جھنجلا ضرور گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

لکڑی کے صندوق میں موجود چند نوٹوں اور تھوڑی سی ریزگاری دیکھ کر اسے مایوسی ہوئی۔

"پانچ روپے کم ڈیڑھ سو۔" اس نے گن کر مایوسی سے زیر لب کہا پھر کل رقم صندوق میں رکھ کر تالا لگایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازے کی چوکھٹ سے دو قدم باہر کی جانب رکھے ہوئے کاؤنٹر پر باہر کی طرف جھکتے ہوئے اس نے گلی میں دور دور تک نظریں دوڑائی تھیں۔

آج گرمی معمول سے بڑھ کر تھی اور اسی وجہ سے گاہکوں کی آمدورفت معمول سے کہیں کم رہی تھی اور جس روز سیل کم ہوتی تھی اس روز اس کی بڑبڑاہٹوں میں بھی اضافہ ہو جاتا تھا یہاں پہلے بھی کون سا وارے نیارے ہو رہے تھے جو وہ مطمئن ہوتی اوپر سے اماں کی ناراضی۔ جی بھر کر بڑبڑا چکی تو چہرے پر دوپٹے کا پلو ڈال کر اونگھنے لگی۔

"زینب باجی! زینب باجی....!" جانے کس نے صور اسرافیل پھونکا۔ پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے گڑبڑا کر پیر نیچے رکھ دیے۔ کاؤنٹر کے دوسری جانب چہرے پر بے پناہ حواس باختگی اور تشویش لیے دس بارہ سالہ جیدی کھڑا تھا۔

"پچھلے گرونڈ (گراؤنڈ) میں بچے کاکی کو دوڑنے مار رہے ہیں۔" اس نے تیزی سے اطلاع دی۔

"ہائے میں مر گئی۔" زینب نے بے ساختہ دل پر ہاتھ رکھا پھر اسی تیزی سے کاؤنٹر کی جانب لپکی تھی۔

"کون مار رہا ہے؟" کاؤنٹر کو ایک طرف سے اندر کھینچ کر باہر نکلتے ہوئے اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"سلیم' بلو.... کمہاراں دا افضل...." وہ جیدی کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی ناک کی سیدھ میں بھاگنے لگی۔ سلیم لوگوں نے ایک بار پہلے بھی کاکی کو زخمی کیا تھا۔ جلتی ہوئی زمین کی تپش سے بے نیاز وہ ننگے پیر بھاگ رہی تھی۔ گلی کے اختتام پر وہ لمبا چوڑا مکئی کے کھیتوں کے ساتھ ساتھ یہ کھلا سا میدان بچے کھیلنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

آگ اگلتے سورج کی بے حس دھوپ میں سلگتا میدان اس وقت تقریباً خالی تھا جبکہ عین وسط میں گرد کا طوفان اٹھا ہوا تھا۔ زینب کے ننگے ہوئے قدموں نے اس طرف دوڑنا شروع کیا لیکن قریب پہنچتے پہنچتے اس کی تشویش پر ٹھنڈا پانی گرا تھا اور غصے میں اضافہ ہوا تھا۔ کاکی اپنی پولیو زدہ ٹانگ کو مزید لنگڑاہٹ میں بدلے خوشی خوشی ایک دائرے میں گھوم رہا تھا۔ دائرے کے درمیان چند ٹھیکریاں پڑی تھیں اور کاکی کے دوڑنے سے گرد اڑ رہی تھی۔

"کاکی!" وہ حلق کے بل چنگھاڑی' کاکی ٹھٹھک کر رکا۔

"باجی.... باجی!" پانچ فٹ چار انچ کے اس شخص کے چہرے پر بچوں کی سی معصومیت تھی۔ زینب کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی جس پر اگلے ہی پل غصہ غالب آ گیا۔

"چل کاکی!" اس نے بے دردی سے آنکھیں رگڑتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا۔ گلی تک وہ سے یونہی لائی تھی۔

"تو سیدھا گھر پہنچ.... ورنہ ٹانگیں توڑ دوں گی تیری.... یاد رکھنا۔" اپنی چھوٹی سی دکان سے نکل کر مخالف سمت میں بھاگتے' جیدی کو دیکھ کر اس نے کڑے لہجے میں کاکی سے کہا اور بنا اس کی جانب دیکھے جیدی کے پیچھے دوڑ لگا دی تھی۔

"رک جا جیدی!" اس نے چلا کر کہا لیکن جیدی کی رفتار مزید تیز ہو گئی۔ وہ کوئی بے وقوف تھا جو اس کے کہنے پر رکتا۔ زینب نے زمین پر پڑا ڈھیلا اٹھا کر اسے کھینچ مارا۔ حملہ غیر متوقع تو نہیں شدید ضرور تھا جیدی منہ کے بل گرا تھا اور ہاتھ میں پکڑا بسکٹ' نمکو اور کھٹی میٹھی گولیوں سے بھرا شاپر دور جا گرا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ اٹھ کر دوبارہ بھاگتا' زینب نے اسے گدی سے جا دبوچا۔

"اب بتا مرن جوگے!" اس نے بے دردی سے اسے جانثار رسید کیا۔

"کون مار رہا تھا کاکی کو؟" ایک اور جانثا۔

"اماں ابا! بچاؤ بچاؤ۔" جیدی نے مدد کے لیے چلاتے ہوئے اس کے بازو کھسوٹ ڈالے تھے۔

"ارے.... یہ کیا کر رہی ہو؟" تب ہی کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر دھکیلا اور جیدی کو اپنے حصار میں لے لیا۔ زینب نے بری طرح لڑکھڑاتے ہوئے اس نانہجار کو دیکھا جس نے اس کے معاملے میں دخل دے کر اپنی شامت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بلوائی تھی۔

وہ حسنات تھا جو اس وقت جیدی کو اپنے عقب میں لیے کھڑا تھا۔ اس کے ماتھے پر اور بھی بل پڑ گئے۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں..... ؟ ہٹو۔" وہ جیدی پر چیخی جو حسنات کی آڑ میں دانت نکال رہا تھا۔

"اتنے چھوٹے سے بچے کو اس قدر بے رحمی سے مارنے کا کیا مقصد ہے آخر؟" پتا نہیں وہ حیران ہو رہا تھا یا اس کے طرزِ عمل پر جھنجھلا رہا تھا۔

زینب نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"بھاگو پائی جان! یہ تو پاگل ہے۔" جیدی بسکٹ اور نمکو اٹھا کر بھاگا۔

"ارے پاگل ہو گا تو..... تیرے اگلے پچھلے۔" وہ حلق کے بل چیخی پھر حسنات کی جانب پلٹی اور جھٹکے سے اپنے بازو چھڑوائے۔

"تم..... تم۔" اس کا بس نہیں چلا اس شہری بابو کا کیا حشر کر ڈالے۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں..... کیوں میرے ہر معاملے میں پھڈا ڈالنے آجاتے ہو۔"

"پھڈا۔" حسنات نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے میں نے تمہیں کتنی بڑی مصیبت سے بچایا ہے؟ جتنی بے دردی سے تم اسے مار رہی تھیں..... خدانخواستہ اقدامِ قتل کا کیس بھی بن سکتا تھا۔" اس نے بے حد غصے کے عالم میں معاملے کی نزاکت کا احساس دلانا چاہا۔

"مجھے کیا پاگل سمجھ رکھا ہے کہ اسے قتل ہی کر دیتی۔" اس نے تڑخ کر پوچھا۔ حسنات کا دل چاہا کہہ دے "ہاں۔"

"میں صرف اسے ڈرا رہی تھی۔ یہ ڈھیٹ کم بخت اتنی سی مار سے مرنے والے نہیں۔ ماں باپ سے چھیتی کھا کھا کے ان کی ہڈیاں سخت ہوئی ہیں۔ میں نے دو چار لگا دیں تو کون سی قیامت آگئی۔ تھوڑی اور لگنے تو دیتے تاکہ اگلی بار مرن جوگے کی ہمت ہی نہ ہوتی چوری کرنے کی۔ اب ہر دوسرے روز ان کے یہی تماشے رہیں گے۔ تم جیسے دو چار اور آ گئے انہیں بچانے تو میری دکان خالی ہو ہی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔"

وہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑتی زمین پہ بکھری گولیاں سمیٹنے لگی جو مٹی میں لتھڑی کسی قابل نہ رہی تھیں۔

"تمہارا مطلب اس بچے نے تمہاری دکان سے چیزیں چرائی تھیں؟" بے حد شرمندگی کے عالم میں اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"اب..... مجھے کیا پتا تھا۔" اس نے خجالت سے سر کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔

"جب پتا نہیں تھا تو دخل دینا ضروری تھا؟" اس نے بات قطع کی اور پھاڑ کھانے کو دوڑی۔ حسنات بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹا اور حفظِ ماتقدم کے طور پر دونوں ہاتھ اٹھا کر کہنا چاہا۔

"دیکھو زینب....."

"زینب باجی!" اس نے آنکھیں نکال کر تصحیح کی۔

"ہاں ہاں..... زینب باجی!" اس نے فوراً کہا، مبادا وہ کچھ کھینچ ہی مارے۔

"دیکھو..... میں تو صرف مدد کے لیے آیا تھا، مجھے کیا پتا تھا۔"

حسنات شرمندگی سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کا غصہ بے جا نہیں تھا مگر نیت تو اس کی بھی غلط نہیں تھی۔

اس کے پیروں کے قریب بسکٹ کا پیکٹ پڑا تھا جو یقیناً اس کی نظروں سے بچ گیا تھا۔ حسنات نے اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"سوری!" اس کے انداز سے شرمندگی نمایاں تھی مگر زینب کی ناراضی میں چنداں فرق نہ آیا۔

"میں نے کہا ناں، مجھے تمہاری مدد نہیں چاہیے۔" اس نے پیکٹ جھپٹ لیا۔

"آخر کتنا نقصان ہوا ہے آپ کا؟ بتائیں مجھے میں پورا کروں گا۔" حسنات جھلا کر بولا۔ زینب قریب سے گزر کر آگے بڑھنے والی تھی رُک کر سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا۔

"میں اس بچے کو بھی ڈانٹوں گا وہ دوبارہ یہ حرکت نہیں کرے گا۔" حسنات نے یقین دہانی کروائی مگر زینب کی سنجیدگی ہنوز تھی۔

"جیدی کو میں خود دیکھ لوں گی۔ پتا نہیں تمہیں پہلے کہا ہے یا نہیں..... لیکن اس بار آخری مرتبہ کہہ رہی ہوں۔ میرے معاملات سے دور ہی رہا کرو۔ اتنا لحاظ بھی میں صرف اس لیے کر رہی ہوں کیونکہ تم میری اماں کے بھتیجے ہو ورنہ....."

"مہربانی..... شکریہ۔ یہ لحاظ ہے تو بدلحاظی پتا نہیں کیسی ہو گی۔" اس کی جان جل کر خاک ہو گئی۔ باسط اسے منع

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بلا کو خان کی جانشین کہتا تھا۔

حسنات نے زمین پر گرا اپنا آفس بیگ اٹھایا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے نکل گیا۔ اس بار اس نے تہیہ کیا' وہ اس "خر دماغ" کی دوبارہ مدد کرنے کی حماقت نہیں کرے گا بھلے سے کسی کو قتل کر کے عمر قید ہی کیوں نہ بھگتتی پھرے۔

وہ گھر آیا تو کسی موضوع پر بڑے زور و شور سے بحث جاری تھی وہ تھکا ہوا تھا مگر تایا جی کے بلوانے پر انکار نہ کر سکا۔

کچھ روز پہلے ہی باسط کا رزلٹ آیا تھا اور وہ آرٹس گروپ جوائن کرنا چاہ رہا تھا جبکہ تایا جی' بلال اور تو اور زارا اور فاطمہ بھی اس بات پر زور دے رہے تھے کہ وہ سائنس گروپ لے اور پری انجینئرنگ گروپ پڑھے۔

"تم ہی اسے سمجھاؤ حسنات! زمانہ کہاں سے کہاں جا رہا ہے ہماری جدوجہد کا دور تو گزر چکا آنے والا دور انہیں بچوں کا ہے آرٹس کے ہلکے پھلکے مضامین پڑھ کر یہ کون سا مستقبل محفوظ کر لے گا۔ آرٹس تو لڑکیاں پڑھ لیں۔ انہوں نے کیا کرنا ہوتا ہے سوائے "ہانڈی روٹی" کے۔ سائنس کا کچھ اسکوپ تو ہے۔" بلال نے اسے بھی شریکِ گفتگو کیا۔

"بلال ٹھیک کہہ رہا ہے۔" اس کا موڈ کسی لمبی چوڑی بحث میں پڑنے کا نہیں تھا تب ہی فوراً "ہاں میں ہاں ملائی ورنہ اختلافی پوائنٹ تو بہت سے ہو سکتے تھے۔

"او چھوڑیں بلال بھائی! یہ ساری تو چھوٹے ذہن کی باتیں ہیں' جو لوگ خود یا جن کے بچے سائنس پڑھ رہے ہوتے ہیں انہیں لگتا ہے اس سے بہتر کوئی فیلڈ ہی نہیں۔ مجھے ایک بات بتائیں ملک و قوم کی خدمت کیا صرف ڈاکٹر انجینئر بن کر کی جا سکتی ہے۔ میرے خیال میں تو ایک خاکروب بھی گندگی صاف کر کے ملک و قوم کی خدمت ہی کر رہا ہوتا ہے مگر ہم جیسے چھوٹی ذہنیت کے لوگ یہ سمجھتے ہی نہیں حالانکہ اس بے چارے نے نہ سائنس پڑھی ہوتی ہے نہ آرٹس۔" بات میں دم تھا۔ حسنات متاثر ہوا۔

"تمہاری اوقات ہی یہی ہے کہ تم خاکروب بنو۔" بلال جل کر بولا۔

"اوہو یار! اب تم تو ناراض مت ہو..... باسط بھی غلط نہیں کہہ رہا مگر....."

تایا جی سمجھانے کا گر جانتے تھے۔ ایک لمبی بحث چلی مگر بالآخر باسط کو انجینئرنگ گروپ میں داخلے پر راضی کر لیا گیا۔ معاشرے کے بدلتے ہوئے تقاضے' خود اس کا روشن مستقبل' غرض کئی باتیں تھیں جو اسے بڑے اچھے طریقے سے سمجھائی گئی تھیں۔ حسنات کو بڑا مزہ آیا۔ خود اس کے ابو نے آج تک اس کی ایسی فکر نہیں کی تھی جیسی تایا جی باسط کی کر رہے تھے یا جیسے وہ اسے سمجھا رہے تھے۔ اس کا دل چاہا کاش کبھی اس کے ابو بھی ایسے ہی ہوتے مگر ان کے رویے میں ہمیشہ سے ایک لاتعلقی نمایاں رہی تھی۔ جسے اس نے بچپن سے اب تک بہت محسوس کیا تھا اب تو خیر عادت ہو چلی تھی۔ ذہن بھٹک کر زینب کی طرف چلا گیا۔ شاید ہاجرہ تائی ٹھیک ہی کہتی تھیں۔ پھپھو نے اسے سر چڑھا رکھا تھا۔ پھپھا جان ہوتے یا پھپھو ہی اسے سمجھا لیتیں تو وہ یوں جھگڑے مول نہ لیتی پھرتی۔

"اوہو..... جاہل بدتمیز لڑکی۔"

✡ ✡ ✡

گاؤں کے آخری کنارے پر' جہاں کھیتوں کی ہریالی ایک دم سے پھیل کر اونچے اونچے درختوں کی شکل میں ڈھل رہی تھی' بڑا پیارا اور بے ضرر سا سورج بڑی سست روی سے ڈوب رہا تھا اور یہاں گھر کی سب سے اونچی چھت کی منڈیر کے پاس کھڑے ہو کر اس منظر کو دیکھنا ایک بڑا ہی دلچسپ کام محسوس ہو رہا تھا۔

کبھی نظر یہاں سے صاف دکھائی دیتی گلی میں جا رکی جہاں ارد گرد سے لوگ اکٹھا ہو رہے تھے ذرا غور کیا تو بڑی ہی ناگواری سی محسوس ہوتی۔

"اب یہ کس سے جھگڑ رہی ہے۔" زینب کو ہاتھ اٹھا اٹھا کر بولتا دیکھ کر اس نے جھنجھلاہٹ میں کہا۔ بے شک آواز نہیں آ رہی تھی مگر دور سے دیکھنے کے باوجود بھی اس کے تیور کچھ تسلی بخش نہیں لگ رہے تھے۔

"تو اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے..... یہ تو روٹین ہے۔" آسمان کی وسعتوں میں ہچکولے کھاتی پتنگ کو اس نے ڈھیل دیتے ہوئے اتنے آرام سے کہا کہ حسنات اس کی شکل دیکھ کر رہ گیا۔ ناگواری کا ایک ہلکا سا احساس خود باسط کے طرزِ عمل سے بھی دل میں اٹھا تھا مگر۔

"اوہو..... یہ تو نور جہاں ہے۔" وہ ڈور پکڑ منڈیر تک آ کر بولا۔

"زینب بمقابلہ نور جہاں..... میں بتا رہا ہوں حسنات بھائی! ہم نے ایک زبردست شو مس کر دیا ہے۔ ایمان سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان دونوں کے جھگڑے بڑے دلچسپ ہوتے ہیں میں اگر پتنگ نہ اڑا رہا ہوتا۔ تو ضرور جا کر دیکھتا۔ ایسے ایسے کرارے جملے اور طعنے یہ ایک دوسرے کو دیتی ہیں کہ مزہ آجاتا ہے۔ آپ لائیو شو دیکھنا چاہیں تو اس طرف کی سیڑھیوں سے نیچے چلے جائیں اور چاہے تو شرط بھی لگالیں۔ ماشاءاللہ ہماری باجی زینب اتنی ٹیلنٹڈ ہیں کہ ایسی دس نورجہاں بھی آجائیں تب بھی جیت زینب کی ہی ہوگی۔"

باسط کا یوں ہنس ہنس کر کہنا اسے بالکل اچھا نہیں لگا۔ وہ جیسی بھی تھی ہر حال ایک قابلِ احترام رشتہ تو ان دونوں سے ہی تھا۔

"آپ کو تقریباً" ایک مہینہ تو ہو ہی چکا ہے یہاں رہتے ..... ابھی تک آپ کو پتا نہیں چلا' وہ کتنے الٹے دماغ کی ہے ..... اپنی مرضی کرنے والی۔ شروع شروع میں امی ابو بہت سمجھایا کرتے تھے مگر پھر انہوں نے بھی کہنا چھوڑ دیا۔ اپنی عزت تو ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے یار! مگر سوال یہ ہے کہ یہ ایسی ہے کیوں؟ ..... اتنا غصہ' اتنی خودسری اتنے جھگڑے ..... کیا نہیں جانتی کہ لوگ اس کے بارے میں کیسی رائے قائم کر چکے ہیں۔" ایک بہت ہی بنیادی سوال از خود لبوں پر آگیا تھا۔

"احساسِ برتری۔" بلال کی آواز عقب سے سنائی دی تھی۔

"کوئی مانے یا نہ مانے' میں مانتا ہوں زینب سائیکک ہو چکی ہے اس کے اندر سے یہ احساسِ برتری نہیں جاتا کہ یہ بہت بڑے زمین دار کی بیٹی ہے۔ تم بہت عرصے بعد ملے ہو۔ اس لیے شاید تمہیں نہ پتا ہو' ہمارے دادا بہت بڑے زمین دار تھے یہ جو سارا گاؤں ہے ناں' اس کی زمین ان ہی کی ملکیت تھی مگر شروع شروع میں کسی وجہ سے انہوں نے اراضی فروخت کرنا شروع کی یہ معاملہ ابھی تک سمجھ سے باہر ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا تھا بہرحال یہ ایک الگ قصہ ہے' دادا کی وفات کے بعد ساری زمین آدھی آدھی میرے ابو اور غفور چچا میں تقسیم ہوئی تھیں۔ میرے ابو نے تب ہی کچھ حصہ چچا کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ باقی فروخت کر کے اپنا کاروبار شروع کر لیا چونکہ انہیں زمین داری سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی ..... اب میں تو خیر تب بہت چھوٹا تھا مگر شنوائی ہے کہ چچا نے ابو کی نقل میں اپنی ساری اراضی فروخت کر کے جوتوں کا کارخانہ شروع کیا تھا مگر انہیں اس کام کا تجربہ تھا نہ ہی انہیں ورکرز اچھے مل سکے نتیجتاً" سارا سرمایہ ڈوب گیا۔ مگر یہاں کے لوگ ان کی ویسی ہی عزت کرتے رہے جیسے کہ زمینوں اور پیسے کی موجودگی میں کرتے تھے۔ لٹے پٹے ہونے کے باوجود بھی لوگ انہیں چوہدری صاحب ہی کہہ کر بلاتے تھے اور ان کے کیے ہوئے فیصلوں کو اہمیت دی جاتی تھی۔ مگر ان کی وفات کے بعد یہاں کوئی بھی زینب کو چچا کی جانشین کا عہدہ نہیں دے سکا۔ اب اسی چیز نے زینب میں ایک نیگٹو سینس ـــــ پیدا کر دی ہے۔ اسے سب لوگ خود سے کمتر لگتے ہیں۔ وہ چاہتی ہے اسے ویسی اہمیت دی جائے جیسے چچا کو ملتی تھی۔ اس کا کہا ہوا حرفِ آخر مانا جائے لیکن جب ایسا نہیں ہوتا تو وہ بحث پر آمادہ ہو جاتی ہے اور چونکہ خود اس کی طبیعت میں ٹھہراؤ نہیں ہے تو بحث خود بخود جھگڑے کی صورت اختیار کر لیتی ہے ..... اب ہر کوئی ہماری طرح تو نہیں سوچ سکتا۔ ہمیں تو بہرحال اسے برداشت کرنا ہی ہے۔ باخوشی یا زبردستی۔"

"یہ احساسِ کمتری بھی تو ہو سکتا ہے۔" کچھ دیر تک سوچتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"یار! کچھ بھی ہو سکتا ہے' الفاظ بدلنے سے مطلب تو نہیں بدل جاتا ہمارے لیے تو وہ دونوں طرح سے ہی شرمندگی کا سبب بنتی ہے۔"

اس کے اس قدر بے زاری سے کہنے پر حسنات کچھ بھی نہ بولا۔

"کن باتوں میں لگ گئے' وہاں چاچا حبیب کی بیٹھک میں سب انتظار کر رہے ہوں گے ..... چلو چلتے ہیں۔ میں تمہیں ہی لینے آیا تھا۔ اگلے ہفتے ہمارا فٹ بال میچ ہے۔ ایک کھلاڑی کم ہو رہا ہے میرے دوستوں کا خیال ہے تم کھیل سکتے ہو۔"

"وہاں تو مرد بھی آگئے ہیں۔" اس کی نظر اچانک ہی دوبارہ وہاں جا رکی تھی۔ جہاں بھیڑ پہلے سے زیادہ ہو چکی تھی۔

"بلال! ہمیں جا کر دیکھنا چاہیے۔ زینب جیسی بھی ہے۔ ہے تو لڑکی پھر ہماری۔"

اسے ایک دم سے ہی بہت پریشانی لاحق ہو رہی تھی مگر ان دونوں کے اطمینان میں چنداں فرق نہ آیا۔

"اوہو ..... زینب کے آگے آج تک کوئی ٹکا ہے۔ دیکھیے گا ابھی سب تتر بتر ہو جائیں گے۔"

یہ باسط تھا جس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہا تھا اور پھر ہوا بھی یہی..... کچھ دیر بعد مجمع چھٹنے لگا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں صرف زینب رہ گئی تھی جو ابھی تک اسی جارحانہ انداز میں بول رہی تھی۔

"دیکھا۔" باسط نے کھنکتے ہوئے لہجے میں جتایا مگر وہ ایک بھی لفظ نہ کہہ سکا اس کی طبیعت بہت مکدّر ہو رہی تھی۔

"چلو اب چلتے ہیں۔" بلال نے کہا۔

"اور میری چٹنیں؟" باسط چلایا۔

"پھر کبھی یار!" حسنات خود بھی کچھ تبدیلی چاہ رہا تھا سو فوراً" ہی بلال کے ساتھ ہو لیا۔

☼ ☼ ☼

وہ ہاتھ میں شرٹ پکڑے کمرے میں داخل ہو ہی رہا تھا کہ اندر سے آتی آوازیں سُن کر رک گیا۔

"آپ کو تو سارا زمانہ ہی صحیح لگتا ہے سوائے میرے۔"

یہ جلی بھنی آواز تو وہ اب لاکھوں میں بھی پہچان سکتا تھا۔

"زینب! کیوں میرا دماغ خراب کرنے پر تلی ہوئی ہے آخر مان کیوں نہیں لیتی میری بات؟"

"اور آپ کیوں نہیں مان لیتیں؟"

"بس بحث کیے جانا....." پھپھو عاجز ہوئیں۔

"اچھا بحث نہ کروں تو کیا کروں..... جا کر ان لوگوں کے پیروں میں گر جاؤں کہ مجھے اپنی بہو بنا لو۔"

"یہ میں نے کب کہا..... صرف اتنا ہی تو کہہ رہی ہوں کہ اپنے جھگڑے سمیٹو....."

حسنات دروازے سے ہی پلٹنے لگا تھا مگر برا ہو اس موبائل کا' جو ایک دم سے بج کر اسے چور بنا گیا۔ بالکل بوکھلا کر اس نے جیبوں پر ہاتھ مارے تاکہ اس مصیبت کو بند کر سکے مگر اس سے بھی پہلے زینب ادھ کھلا دروازہ کھول کر باہر آ چکی تھی اور اب بے حد غضب ناک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہ میں وہ تو....." حالانکہ وہ کوئی کان لگا کر ان کی باتیں نہیں سن رہا تھا مگر اس وقت اتنی شرمندگی ہوئی کہ ٹھیک سے وضاحت بھی نہ دے سکا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں یوں چھپ چھپ کر باتیں سنتے۔"

اس سے قبل کہ وہ بالکل ہی پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتی پھپھو نے ٹوک دیا۔

"بس بس..... اب بچے کے پیچھے مت پڑ جانا۔"

"اونہہ بچہ۔" وہ پیر پٹختی اپنی دکان میں گھس گئی۔

"اس کا دماغ خراب ہے۔ پتا نہیں خود کو کہاں کی مہارانی سمجھے بیٹھی ہے۔ غصہ ہے تو وہ ہر وقت ناک پر دھرا رہتا ہے۔ زبان ہے تو وہ قابو میں نہیں۔ ماں سے بھی بس یہی چاہتی ہے کہ روک ٹوک نہ کرے۔ اچھا خاصا معاملہ بنتے بنتے بگڑ گیا۔"

"معاملہ..... کون سا معاملہ؟" اسے ٹوہ لینے کی عادت نہیں تھی بس یونہی پوچھ لیا تھا' جواباً" وہ چند لمحے خاموش رہیں پھر جیسے سوچ سوچ کر بولنے لگیں۔

"اب تم سے کیا چھپانا بیٹے! ہمارے گاؤں میں ہے ایک عورت بتول باقاعدہ رشتے تو نہیں کرواتی بس کبھی کسی کام میں ہاتھ ڈال لیا تو ڈال لیا۔ میں نے اس سے زینب کے لیے کہہ رکھا تھا۔ کچھ روز پہلے وہ کچھ لوگوں کو لائی تھی۔ یہاں قریب ہی ایک موضع ہے وہیں کے رہنے والے تھے۔ لڑکا بھی اچھی شکل و صورت کا اور برسر روزگار تھا۔ انہیں زینب بھی پسند آ گئی یوں سمجھو' معاملہ بس طے ہی تھا مگر نور جہاں کا میکہ اسی موضع میں ہے جہاں کے وہ لوگ تھے۔ کل اس نے نور جہاں سے جھگڑا کیا۔ وہ بھی ایسی پھرتیلی نکلی' کل ہی جا کر ان لوگوں سے جھوٹی سچی کہہ آئی اور آج ان لوگوں نے انکار بھجوا دیا..... کسی کا دماغ خراب ہے۔ اتنی لمبی زبان اور کڑوے مزاج کی لڑکی کو بہو بنائے!"

"تو ڈھونڈلیں کسی شہد کے سے مزاج والی کو....."

زینب سابقہ انداز میں اندر داخل ہوئی تھی۔ حسنات گڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا کیا پتا اٹھا کر کچھ سر پر ہی مار دیتی مگر زینب نے میز سے رجسٹر اٹھایا اور تن فن کرتی دکان میں آ گئی۔

"یہ ایسی نہیں تھی۔" اسے باہر جاتا دیکھ کر پھپھو نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہارے پھپھا جی کے انتقال کے بعد ذمہ داریاں بہت آ گئیں اس پر۔ کچھ میں بھی اس پر انحصار کرنے لگی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں تک میں بھی اس کی رائے لینا ضروری ہو گیا تھا میرے لیے۔ کبھی کبھی لگتا ہے میرے اسی طرزِ عمل نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے۔"

"صرف خراب نہیں کیا' بری طرح خراب کر دیا ہے۔"

چونکہ اپنے خیال کا اظہار کر کے وہ پھپھو کو مزید دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے صرف سوچ کر رہ گیا۔ باہر زینب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے خوب ہی اُٹھا پٹخ مچا رکھی تھی۔

☆ ☆ ☆

ڈیڑھ ماہ میں یہ اس کا دوسرا چکر تھا۔

"بھلا یہ بھی کوئی طریقہ ہے' کل شام آئے تھے اور کل صبح سویرے واپسی کے لیے نکل کھڑے ہو گئے۔ کم سے کم دو دن کی چھٹی تو ہوتی۔"

اس کے من پسند کھانے بناتے ہوئے بھی وہ مسلسل ہی شکوہ کرتی رہی تھیں اور اب جب سب کام سمیٹ کر اس کے پاس آ کر بیٹھیں تب بھی یہی قصہ چھیڑ دیا۔

"مجھے تو لگتا ہے بھائی نے وہاں کوئی اچھی دلچسپی ڈھونڈ لی ہے اور اسی دلچسپی کی وجہ سے نہ آنے کو دل کرتا ہے ان کا اور اگر آ بھی جائیں تو واپسی کی جلدی ہوتی ہے۔" زاشی چائے کی ٹرے لیے کچن سے نکلتے ہوئے معنی خیز انداز میں آنکھیں پٹپٹا کر بولی۔ حسنات ہنسنے لگا۔

"توبہ توبہ..... اس لڑکی کا دماغ ہے یا شیطان کا کارخانہ۔" اس نے اماں جی کی گود میں سر رکھتے ہوئے کہا۔

"اوہو..... اب میرے دماغ کو شیطان کا کارخانہ کہہ کر بات گھمائیں نہیں۔ صرف یہ بتائیں زینب کیسی ہے؟" اس کے اتنے اشتیاق سے پوچھنے پر وہ بری طرح چونکا تھا۔

"کیا مطلب کیسی ہے؟..... ٹھیک ہے۔"

"مجھے پتا ہے وہ ٹھیک ہے۔ یہ بتائیں آپ کو کیسی لگی؟"

"مجھے؟" اس کی نظروں کے سامنے زینب کا چہرہ آ گیا۔

"اگر تمہیں پسند ہے تو کہو پھر میں بات آگے بڑھاؤں۔" اس کی خاموشی سے جانے اماں جی نے کیا اخذ کیا تھا۔

"بات..... کون سی بات؟" وہ بری طرح بدکا۔

"تمہارے اور زینب کے رشتے کی بات۔" اماں جی بھلا کر بولیں۔

"ایسا سوچیے بھی مت..... میں اور زینب سے شادی۔ ناممکن۔ اس سے شادی کرنے سے بہتر ہے میں ساری زندگی کنوارا رہ لوں۔" اس نے فوراً ہی انکار کر دینا ضروری سمجھا۔

"ہیں' ہیں..... کیا برائی ہے بھلا اس میں۔" اماں جی حیران ہوئیں۔

"شکل و صورت کی ماشاء اللہ بہترین ہے میں تقریباً چھ سال پہلے ملی تھی اس سے' مزاج کی بھی بہت اچھی تھی۔"

"یہاں تو کل کا گزرا بھی "تھا" ہو جاتا ہے اماں جی! آپ تو پھر چھ سال پہلے کی بات کر رہی ہیں۔"

"پہیلیاں بجھوانے کی ضرورت نہیں ہے جو بھی بات ہے سیدھے سے بتا دو۔" اب کے وہ خفا ہوئی تھیں۔

"بات صرف اتنی ہے کہ وہ مجھے پسند نہیں۔"

"اچھا!" اماں جی کو تھوڑی سی مایوسی تو ہوئی ہی تھی۔

"پھر ساجدہ کی جٹھانی کی بھی دو بیٹیاں ہیں' ان میں سے بڑی والی کی تو شاید ابھی کہیں بات بھی نہیں ٹھہری۔"

اسے فوراً ہی زارا یاد آئی اس کے آگے پیچھے پھرنے والی بیوقوف سی لڑکی۔ اسے ہنسی آ گئی۔ وہ کوئی بچہ تو تھا نہیں کہ اس گھر میں چل رہے سیٹ اَپ کو نہ سمجھ پاتا گو کہ اس کا ارادہ زارا کو بیوقوف بنانے کا نہیں تھا وہ کبھی کبھی اس کے یوں آگے پیچھے پھرنے سے بری طرح زچ ہو جاتا تھا مگر اپنی بے زاری جتا کر ان تمام خصوصی مراعات سے دست بردار بھی نہیں ہونا چاہتا تھا جو ایک خاص امید کے سہارے اسے فراہم کی جا رہی تھیں۔

"اب ہنس رہے ہو..... پسند ہے زارا؟ کہو تو بات چلاؤں؟" اماں جی پھر مشتاق ہوئیں وہ اور بھی زور سے ہنس دیا۔

"نہ زینب نہ زارا..... ایک بات بتائیں اسلام آباد میں کیا لڑکیوں کا کال پڑ گیا ہے۔" وہ شریر سے انداز میں بولا۔

"کال تو نہیں پڑا البتہ اسلام آباد کی جس لڑکی پر آپ کی نظر تھی اس کی پچھلے ہفتے منگنی ہو گئی ہے۔ لیجیے مٹھائی کھائیے۔ خالہ خود دے کر گئی تھیں۔" زاشی نے شرارت سے پلیٹ اس کی طرف بڑھا دی۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ آپ خالہ کی طرف جائیں تو میری طرف سے بھی مبارک دے دیجیے گا۔" اس نے مٹھائی اٹھاتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔ ڈیڑھ ماہ زخم بھرنے میں خاصا مددگار ثابت ہوا تھا۔

"میں چاہ رہی تھی تم خود ہی کوئی لڑکی پسند کر کے بتا دو سچ تو یہ ہے کہ شجاعت کی دفعہ بھی میرے دل میں زینب کا خیال تھا مگر یہ رشتہ بڑا بے جوڑ ہو جاتا۔ شجاعت سے تو کہیں کم عمر ہے زینب' البتہ تمہارے ساتھ جوڑا بالکل صحیح ہے۔ ساجدہ کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا اور اتنے عرصے سے رشتوں میں جو سرد مہری آ گئی ہے' وہ بھی دور ہو جائے گی لیکن اگر تمہارا دل راضی نہیں ہے تب بھی کوئی بات نہیں ویسے بھی ماں کی بات کیا اہمیت رکھتی ہے آج کل کے بچوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے لیے۔"

"کیوں اہمیت نہیں رکھتی..... میرے لیے تو آپ کی بات سب سے اہم ہے۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر لاڈ سے بولا۔ "اچھا چلیں آپ سے پکا وعدہ ہے میرا میں شادی کروں گا تو صرف آپ کی پسند کی ہوئی لڑکی سے لیکن..... لیکن زینب کے علاوہ کوئی بھی۔" حفظ ماتقدم کے طور پر اس نے فوراً ہی بتا دیا۔

اس وقت تو اس نے بات ہنسی میں اڑا دی تھی مگر اگلے روز گاؤں پہنچتے ہی سب سے پہلا سامنا زینب سے ہو گیا بلکہ سامنا کیا ہونا تھا حسب معمول وہ کسی سے جھگڑ رہی تھی اور ایسی ایسی گالیاں اس کی زبان سے ادا ہو رہی تھیں کہ خود حسنات بھی شرم سے لال ہو گیا۔

"خدا ہی بچائے اس کی زبان سے۔" اس نے اپنے قریب سے گزرتی کچھ خواتین کو کہتے سنا تھا۔ گھر آیا تو زارا سرخ رنگ کے لباس میں بہت فریش لگ رہی تھی نفاست وہ اس کے لیے کھانا گرم کرلائی پھر چائے بنائی اور جب تک وہ پی نہیں چکا۔ وہیں بیٹھی رہی گو کہ اسے زارا کا اپنے آگے پیچھے پھرنا کبھی اچھا نہیں لگا مگر اس وقت برا بھی نہیں لگ رہا تھا بلکہ کسی حد تک اس کی سابقہ کارکردگی کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ اس کے اخلاق سے متاثر ہی ہو رہا تھا۔

کتنے اچھے اور مہذب انداز میں بات کرتی تھی۔ حسنات نے کبھی اسے کسی سے جھگڑتے نہیں دیکھا۔ بی اے پاس تھی اور شکل کی بھی اگر بہت اچھی نہ سہی تو بری بھی نہیں تھی یوں بھی وہ کوئی صرف ظاہری خوب صورتی پر مرمٹنے والا شخص تو تھا نہیں اگر ہوتا تو عفیفہ کا نام ہی کیوں لیتا گویا کل ملا کر سارے پلس پوائنٹس صرف زارا کے حق میں ہی جا رہے تھے۔

ٹھیک ہے اب اسے شادی کر ہی لینا چاہیے۔

اس رات پلنگ پر لیٹتے ہوئے اس نے پوری آمادگی سے سوچا تھا اور اگلے روز وہ اماں جی کو فون کر کے اپنی رضامندی دے بھی دیتا اگر جو ایک دم سے اتنی مصروفیت اسے نہ گھیر لیتی۔ محب کے دادا گاؤں کے ان بزرگ حضرات میں سے تھے جن سے عمروں کے تفاوت کے باوجود حسنات کی اچھی خاصی گاڑھی چھنتی تھی۔ وہ چاہتے تھے حسنات ان کی پوتی کو انگلش پڑھا دیا کرے جو پچھلے دو سال سے اسی مضمون کی وجہ سے بی اے نہیں کر پا رہی تھی گو کہ اسے پڑھانے کا کوئی خاص تجربہ نہیں تھا مگر دادا جی کے سامنے انکار کر کے وہ خود کو نکما ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا تب ہی ہامی بھر لی۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ پوتی صاحبہ اس قدر کند ذہن ثابت ہوں گی کہ اسے کئی کئی گھنٹے اس کے ساتھ مغز ماری کرنا پڑے گی تب بھی نتیجہ صفر ہی رہے گا۔

مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق اسے یہ ڈیوٹی نبھانا پڑ رہی تھی لیکن ایک ہفتے بعد ہی محب کے دادا جی نے اس سے بچوں اور لڑکیوں کو پڑھانے کا ذکر کیا تھا وہ سب ہی اپنی کچھ مجبوریوں کی بنا پر شہر کے ٹیوشن سینٹرز جوائن نہیں کر سکتی تھیں لیکن وہ سب ہی اسے ٹیوشن فیس دینے کے لیے تیار تھیں۔ ثریا صاحبہ کو پڑھاتے ہوئے وہ جتنا ذہنی الجھن کا شکار ہو رہا تھا اس حساب سے تو اسے "فوراً" ہی انکار کر دینا چاہیے تھا مگر سچ تو یہ ہے کہ دو تین گھنٹوں کی محنت کے بعد آتا ہوا پیسہ کسے برا لگتا ہے۔ سو دیکھتے ہی دیکھتے اس کی اسٹوڈنٹس کی تعداد دس ہو گئی تھی۔ وہ آفس سے واپس آ کر کچھ دیر آرام کرتا پھر محب کے گھر چلا جاتا جن کے گھر کا ایک کمرہ اب مستقل ہی ایک ٹیوشن سینٹر کی شکل لے چکا تھا۔

✡ ✡ ✡

یہ جاتی گرمیوں کے دن تھے۔

شام ڈھلے چلنے والی ہواؤں میں خنکی کا عنصر بڑھ رہا تھا اور تیسرے پہر سے ہی آسمان کا رنگ بدلا بدلا سا دکھائی دینے لگتا تھا۔

سوکھے پتوں کی خوشبو سے لدی ہوئی شامیں اداسی کی نمی سے بوجھل محسوس ہوتی تھیں اسے سارے ہی موسم برے لگتے تھے ایک سوائے اس موسم کے جب زندگی میں سوکھے ہوئے پتوں کے ڈھیر کے سوا کچھ ہے ہی نہیں تو نیلے پیلے موسموں سے دوستی کرنے سے کیا حاصل ہو سکتا ہے؟

اور اس جاتی ہوئی گرمیوں کے بے حد اداس کر دینے والے دن میں سرکاری ہسپتال کے ٹھنڈے کاریڈور میں بیٹھ کر تو رگوں میں خون بھی جمنے لگا تھا۔ دل تھا کہ کسی سوکھے پتے کی مانند ہی کانپ رہا تھا۔

زندگی میں ایسی کوئی خوش گمانی تو پہلے بھی نہیں رہی مگر اماں کی اس آنا "فانا" بیماری نے تو جیسے ہر امکان ہی چھین لیا تھا۔ "اب کیا ہو گا؟" نام کا ایک بڑا سا سوالیہ نشان کسی عفریت کی مانند سامنے کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔

دائیں جانب والے موڑ سے اسے حسنات آتا دکھائی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دے رہا تھا۔ بالکل بے ساختہ ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"بیٹھ جاؤ..... کھڑی کیوں ہو گئی ہو؟" وہ بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا مگر لہجہ معمول کا سا ہی تھا۔ پتا نہیں صورتِ حال واقعی غیر معمولی تھی یا اس کا دل ہی کسی انجانے خدشے سے کانپ رہا تھا۔

"اماں کیسی ہیں؟..... انہیں کچھ ہو گا تو نہیں؟" وہ بیٹھ ضرور گئی تھی مگر اس کی آواز کانپ رہی تھی۔ حسنات نے اس کی جانب دیکھا۔ ماتھے پر تیوریاں نہیں تھیں۔ آج پریشانی تھی، خوف تھا، کس قدر بے آسرا لگ رہی تھی وہ آج۔ حسنات کو اس پر ترس آیا تھا۔

"تم بے فکر رہو، پھپھو بالکل ٹھیک ہیں۔" اس کا سر آہستگی سے تھپتھپاتے ہوئے اس نے بے حد اپنائیت سے کہا تھا۔ زینب نے اپنے دل میں سکون کی ایک لہر سی اترتی محسوس کی تھی۔ یہی بات کچھ دیر پہلے اسے بلال نے کہی تھی مگر اسے یقین نہیں آیا تھا۔ کیوں نہیں آیا تھا وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ رات کے آخری پہر جب اماں کی حالت اچانک بگڑی تو خوف سے زرد پڑتی وہ حسنات کے پاس ہی مدد کے لیے بھاگی چلی آئی تھی۔ شاید اس گھر میں وہ ہی واحد شخص تھا جو اس کی مدد کر سکتا ہے اور اس کا یقین کچھ ایسا غلط بھی ثابت نہیں ہوا تھا۔ زینب تو اماں کو مرا ہوا تصور کر کے ساری ہمت ہار کر بیٹھ گئی تھی حسنات ہی پتا نہیں انہیں کن دقتوں سے شہر کے ہسپتال میں لا پایا تھا۔

"اس سے پہلے بھی کبھی پھپھو کی طبیعت ایسی خراب ہوئی ہے؟" زینب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ بینچ پر اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا وہ پوچھ رہا تھا۔

"میرا مطلب اس طرح پہلے کبھی ہوا ہے کہ سانس رُک گیا ہو اور ہاتھ پیر مڑ گئے ہوں؟" اس نے سوال کچھ تبدیلی سے دوہرایا۔

"نہیں....." اس نے یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا پھر ایک دم اثبات میں سر ہلانے لگی۔ "ہاں..... ایک دفعہ ایسا ہوا تھا مگر وہ بہت پرانی بات ہے اور صرف چند منٹ میں اماں ٹھیک ہو گئی تھیں..... کیوں؟ ایسا کیوں پوچھ رہے ہو۔ اماں ٹھیک نہیں ہیں کیا؟" حسنات کے چہرے پر سوچ کا تاثر دیکھ کر وہ پھر سے ہراساں ہوئی تھی۔

"کہہ تو رہا ہوں، وہ بالکل ٹھیک ہیں بلکہ پندرہ منٹ بعد جا کر تم ان سے خود مل لینا۔ تمہاری تسلی ہو جائے گی..... ڈاکٹر سے اجازت بھی لے لی ہے میں نے۔"

"پندرہ منٹ بعد ہم اماں کو گھر لے جا سکیں گے؟"

"نہیں گھر تو نہیں لے جا سکتے۔"

"کیوں؟"

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل میں چاہ رہا ہوں۔ پھپھو کا مکمل چیک اپ کروا لوں..... دو تین ٹیسٹ کروانے ہیں۔ اس سے پتا چل جائے گا کہ کل رات جوان کی طبیعت اتنی خراب ہوئی اس کی وجہ کیا ہے، ویسے تو مجھے یقین ہے کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں ہو گی لیکن احتیاطاً ٹیسٹ کروا لینے چاہئیں..... اور یہ ٹیسٹ کروانے کے لیے پھپھو کو دو دن تک ہسپتال میں رہنا پڑے گا۔"

"حسنات! تم جھوٹ تو نہیں بول رہے؟ دیکھو اگر کوئی پریشانی کی بات ہے تو مجھے بتا دو۔" اس نے بہت التجا سے کہا تھا۔

"اوہو..... کہہ تو رہا ہوں۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ تم تھک گئی ہو گی، ابھی تھوڑی دیر میں بلال آ جائے گا۔ تم اس کے ساتھ گھر چلی جانا۔ کھانا وانا کھا کر شام میں بلال کے ساتھ ہی آ جانا ابھی تو میں ہوں وہاں لیکن رات کو اگر تائی ہاجرہ آ گئیں تو وہ رک جائیں گی۔ لیکن اگر پرائیویٹ کمرہ مل گیا تو پھر میں ہی رُک جاؤں گا۔"

"نہیں رات کو بھی میں ہی رکوں گی۔" زینب نے تیزی سے کہا۔

"لیکن....." حسنات نے کہنا چاہا۔

"کوئی لیکن ویکن نہیں میں ہی رُک جاؤں گی اماں کے پاس تم بھی تو تھک گئے ہو گے۔" اسے اچانک خیال آیا تھا۔

"نہیں کوئی خاص نہیں۔" اس نے بات ہی ٹال دی تھی۔

بلال آیا تو زینب نے جانے سے انکار کر دیا۔ حسنات نے صاف محسوس کیا اسے گھر جانے پر اعتراض نہیں تھا۔ وہ بلال کے ساتھ جانے سے کترا رہی تھی اور یہ بات حیرانی کی ہی تھی۔ لیکن کچھ دیر بعد وہ تنہا ہی گھر چلی گئی تھی اور گھر جاتے ہوئے مٹھی میں دبا نوٹ بے حد شرمندگی سے اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"میرے پاس ابھی اتنے ہی ہیں۔" اس نے شرمندگی کے مارے نظریں بھی نہیں اٹھائی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تم یہ پیسے ابھی اپنے پاس رکھو۔ مجھے جب ضرورت ہوگی میں تم سے مانگ لوں گا۔" حسنات نے اسے ٹال دینا چاہا تھا مگر زینب نے زبردستی اسے روپے دیے۔ زینب کے جانے کے بعد وہ دیر تک اس بظاہر خوشنما دکھائی دینے والی کہانی کے متعلق سوچتا رہا۔

مٹھی میں بھیگا ہزار روپے کا نوٹ کتنا کچھ اس پر واضح کر گیا تھا اور سب ہی کچھ دکھ میں مبتلا کر رہا تھا۔ اصل دکھ تو پھپھو کی رپورٹس آنے کے بعد ہوا تھا اسے خدشہ تھا کہ پھپھو کی رپورٹس نارمل نہیں ہوں گی مگر وہ اتنی ایب نارمل ہوں گی اسے اندازہ نہیں تھا۔

وہ دمے کے عارضے میں مبتلا تھیں۔ ایک گردہ چھ سال قبل ناکارہ ہو چکا تھا جبکہ دوسرے کی کارکردگی بری طرح متاثر ہو رہی تھی۔ ذیابطیس کی وہ مریضہ تھیں جبکہ ای سی جی بھی نارمل نہیں تھی۔

اس رات شدید کھانسی کی وجہ سے ان کی سانس اکھڑی تھی، ساتھ ہی بلڈ پریشر خطرناک حد تک لو ہو گیا تھا۔

حسنات نے زندگی میں اتنی شرمساری شاید ہی کبھی محسوس کی ہو اگر کبھی ان لوگوں نے پھپھو کی خیر خبر لی ہوتی تو کیا تب بھی وہ لوگ ان کی طرف سے اتنے ہی انجان ہوتے؟

"مجھے پتا ہے یار! تمہارے دل میں شکایت ہے۔ چاچی کی اس حالت کا ذمہ دار تم ہمیں ہی سمجھ رہے ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہم نے تو ہمیشہ ہی انہیں اپنائیت دی ہے۔ انہوں نے ہی کبھی ہمیں اپنا نہیں سمجھا۔ الٹا ہمیشہ ہی ہمیں غیر سمجھا ہے حالانکہ اس صورت حال میں تو انہیں ہم سے اور بھی محبت ہونا چاہیے جبکہ ان کے دونوں بچے بھی پاگل ..... میرا مطلب تھوڑے ابنارمل ہیں۔" بلال کہہ رہا تھا۔

"دونوں بچے؟" وہ چونکا۔

"کاکی کا تو تمہیں پتا ہی ہے۔ اس بے چاری کا تو خیر شکل سے ہی پتا چل جاتا ہے البتہ زینب کو دیکھ کر پتا نہیں چلتا کہ وہ کھسکی ہوئی ہے۔" بلال نے کہا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ یہاں گاؤں میں یا شہروں میں بھی سائیکاٹرسٹ کا اتنا رواج نہیں کسی کے ساتھ کوئی ذہنی مسئلہ ہو تو لوگ پیروں فقیروں کے پاس چلے جاتے ہیں جو بیماری کو سمجھ نہیں پاتے الٹا جن بھوت کا ڈرا دے کر دماغ اور بھی خراب کر دیتے ہیں۔ زینب کا رویہ تو تم سے ڈھکا چھپا نہیں لیکن ابھی تک یہ نہیں پتا کہ اسے نیند میں چلنے کی بیماری ہے، صرف یہی نہیں کچھ عرصہ قبل تو وہ یہ بھی کہتی تھی اسے اپنے ہی گھر میں چلتے پھرتے سائے دکھائی دیتے ہیں۔ کسی لڑکے کا معاملہ ہوتا تو ہم بھی بے دھڑک ہو کر علاج کروا دیتے۔ یہاں معاملہ لڑکی کا ہے شادیوں کے وقت تو ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھا جاتا ہے۔"

بلال اسے بہت تفصیل سے بتا رہا تھا۔ حسنات اور بھی متاسف ہوتا رہا۔ یہ بھی ٹھیک تھا کہ وہ پھپھو کی حالت کی خرابی میں ان لوگوں کو بھی ذمہ دار سمجھ رہا تھا۔ مگر جہاں خود کو تھوڑی بہت گنجائش دینا ہو وہاں دوسروں کا خیال بھی کرنا پڑتا ہے۔

✡ ✡ ✡

اس نے پھپھو کا علاج شروع کروا دیا تھا مگر بڑے شہروں میں بسنے والے بیشتر لوگوں کی طرح وہ بھی ایک چھوٹے شہر میں حاصل شدہ طبی سہولیات سے مطمئن نہیں تھا تب ہی بڑے پر زور طریقے سے اس نے پھپھو سے اسلام آباد شفٹ ہونے کے لیے اصرار شروع کر دیا تھا۔

پھپھو کوئی واضح جواب نہیں دیتی تھیں مگر ان کے کسی بھی انداز یا بات سے آمادگی نہیں جھلکتی تھی۔ زینب ان کے علاج کے معاملے میں سنجیدہ تو تھی مگر اس موضوع پر اس نے بالکل خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ اہل محلہ، تائی ہاجرہ اور ان کی بیٹیوں سے اس کے جھگڑوں میں کوئی کمی نہیں آئی تھی البتہ حسنات کے ساتھ اس کے رویے میں خاطر خواہ تبدیلی آچکی تھی گو کہ وہ اسے بہت ہی کم مخاطب کرتی تھی لیکن حسنات کے مخاطب کرنے پر وہ پہلے کی طرح پھاڑ کھانے کو نہیں دوڑتی تھی اسے دیکھ کر زینب کی پیشانی پر بل پڑتے تھے نہ ہی وہ دوائیوں کے ہمراہ پھل وغیرہ لانے پر واویلا مچاتی تھی۔

حسنات جانتا تھا۔ یہ تھوڑی سی گنجائش صرف اور صرف احساس تشکر کا نتیجہ ہے مگر یہ اندازہ اسے نہیں ہو سکا تھا کہ زینب کی پیشانی کی تیوریوں میں جوں جوں کمی آ رہی ہے۔ تائی ہاجرہ اور زارا کی پیشانی بل دار ہو رہی ہے۔

وہ تو اپنے آپ میں مگن بڑی تندہی سے آفس ورک نمٹا رہا تھا شام میں ایک اچھی مصروفیت ٹیوشن کی شکل میں مل گئی تھی۔

اس روز اتوار تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ چہل قدمی کے خیال سے نکلا تھا بڑی دیر تک ایسے ہی کھیت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چھانتا رہا پھر ایک موٹا سا گنا ہاتھ میں لیے پھپھو کی طرف آ گیا۔ وہ دروازے سے اندر داخل ہو ہی رہا تھا جب دائیں طرف سے ایک بچہ اسے دھکا دیتا آگے نکل گیا۔ حسنات گرتے گرتے سنبھلا تھا مگر سنبھلنے تک اسے معاملے کی نزاکت کا احساس ہو چکا تھا کیونکہ اس نے بچے کے ہاتھ میں کچھ چیزیں پکڑی بھی دیکھ لی تھیں۔ اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ زینب دروازے کی کیل میں پھنسا اپنا دوپٹہ چھڑوا رہی تھی۔

"ایک منٹ..... تم یہ پکڑو۔" اس نے گنا زینب کو پکڑایا اور اس بچے کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ پچھلی بار زینب کا جو نقصان ہوا' وہ اب تک بوجھ کی طرح کندھوں پر دھرا تھا۔ اب ایک موقع مل رہا تھا اس بوجھ کو اتارنے کا تو وہ اسے گنوانا نہیں چاہتا تھا۔

وہ بہت تیز دوڑ رہا تھا مگر بچہ بے حد پھرتیلا تھا۔ حسنات زندگی میں شاید ہی کبھی اتنا تیز دوڑا ہو گا مگر بچہ تھا کہ قابو میں آ ہی نہیں رہا تھا۔ لیکن اس بار جیت حسنات کی ہی ہوئی تھی مگر اس چھٹانک بھر کے بچے سے نمکو کے پیکٹ لینے کے لیے اسے باقاعدہ ہاتھا پائی کرنا پڑی تھی۔ وہ بچوں پر ہاتھ اٹھانے کا قائل نہیں تھا مگر اتنے بدتمیز بچے کی تو اچھی خاصی پٹائی کرنے کو جی چاہ رہا تھا جس نے اس کے چہرے پر ناخن مارے تھے۔

ایک طویل جدوجہد کے بعد بچے نے پسپائی اختیار کی اور اونچی آواز میں روتا خالی ہاتھ اپنے گھر روانہ ہوا اور حسنات خوشی خوشی دکان کی طرف آ گیا۔

"یہ لو..... ساری چیزیں گن لو۔ میں نے ایک بھی چیز اسے لے جانے نہیں دی۔" خوشی سے تمتماتے چہرے کے ساتھ اس نے اپنا کارنامہ بتایا تھا۔

"کیوں؟" اس نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

"ایں۔" اس کی مسکراہٹ یوں غائب ہوئی جیسے سرف کے ٹی وی کمرشل میں داغ غائب ہو جاتا ہے۔

"وہ میں تو....."

"کیا میں نے تمہیں اس کے پیچھے جانے کے لیے کہا تھا؟" زینب نے سابقہ سنجیدگی سے اگلا سوال داغا۔

"میں پیچھے سے تمہیں آوازیں دیتی رہ گئی اور تم تھے کہ احمقوں کی طرح بھاگتے چلے گئے۔ کم سے کم مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا۔"

"میں سمجھا تمہیں پتا نہیں چلا....." حسنات نے شرمندگی سے کہا۔

"وہ اوڈھوں کا بچہ ہے۔ میں بڑی اچھی سے جانتی ہوں اکثر چیزیں لینے آتا رہتا ہے مگر صرف آج چوری کی اس لیے کیونکہ دو دن سے ان کے گھر کھانا نہیں پک رہا۔ اس بچے کا باپ بیمار ہے وہ بے چارہ صحت یاب ہو کر کام پر جائے تو کھانا بنے گا۔ میں نے اسے پیکٹ اٹھاتے دیکھ لیا تھا مگر اسے پتا نہیں چلنے دیا تم اسے یہ لے جانے دیتے تو ایک وقت پیٹ ہی بھر جاتا بے چارے کا مگر تم ایک بات تو بتاؤ کیا شہروں میں رہنے والے سب ہی بیوقوف ہوتے ہیں یا صرف تم ہی...؟"

"میں بے وقوف نہیں ہوں....." اس نے بے حد خفگی سے بات قطع کی تھی اور اس کے ہاتھ سے گنا جھپٹ لیا تھا۔

"ہاں..... تمہاری عقل مندی کا مظاہرہ تو میں دیکھ ہی چکی ہوں۔"

بے حد ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے مذاق اڑایا تھا۔ حسنات فوراً" ہی اپنی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے وضاحت دینا چاہتا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا مگر اس کی نظریں چند لمحوں کے لیے بالکل ساکت ہو گئی تھیں۔

بالکل سادہ' بے ریا سی مسکراہٹ۔

"کیا یہ لڑکی جانتی ہے مسکراتے ہوئے یہ کتنی اچھی لگتی ہے؟"

اتنے ڈھیر سارے دنوں میں پہلی بار اسے مسکراتا دیکھنا اتنا اچھا لگا کہ محض اس کی خفگی کے ڈر سے وہ اسے بتا بھی نہیں پایا (اس کا کیا پتا اسی بات پر غصہ ہو جاتی) اور واپسی کے لیے مڑ گیا پیچھے سے زینب اسے آوازیں دیتی رہی تھی مگر حسنات نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔

اسے ڈر تھا' وہ پتھر کا نہ ہو جائے۔

☼ ☼ ☼

"آپ آج بھی جا رہے ہیں؟"

وہ ٹیوشن کے لیے نکل ہی رہا تھا جب زارا کی صدمے سے چور آواز پر حیرانی سے پلٹا۔

"میں تو روز اسی وقت جاتا ہوں۔" حسنات نے متعجب ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن آج تو نہیں جانا چاہیے تھا۔" زارا کے چہرے پر اور بھی مایوسی پھیل گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیوں..... آج کوئی خاص بات ہے کیا؟" ذہن پر زور ڈالتے ہوئے اس نے قدرے جھجک آمیز لہجے میں پوچھا۔

"آج میری سالگرہ ہے۔" وہ نروٹھے پن سے بولی۔ "میں نے آپ کو چار روز پہلے بھی بتایا تھا۔"

"اوہ.....!" حسنات کو اپنی یادداشت پر افسوس ہوا۔

"آئی ایم سوری زارا.....! میری یہ بہت بری عادت ہے ہر کام کی بات ذہن سے نکل ہی جاتی ہے حالانکہ کل تک مجھے یاد تھا۔" اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کس طرح اپنی غلطی کا ازالہ کرے چار روز پہلے واقعی اس نے بہت شوق سے اسے اطلاع دی تھی اور اس چھوٹی سی تقریب کا بھی بتایا تھا جو بالکل گھریلو سطح پر منعقد ہونا تھی اور حسنات کا اس تقریب میں شریک ہونا ازحد ضروری قرار پایا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ ویسے بھی میں جانتی ہوں۔ میں کتنی غیر اہم ہوں کہ کوئی بھی مجھے یاد نہیں رکھ سکتا۔ آپ سے کیا گلہ کرنا' آپ کی مصروفیات تو ویسے بھی اتنی بڑھ گئی ہیں۔ لڑکیوں کو پڑھانا کوئی آسان کام تھوڑا ہی ہے۔"

حسنات نے بہت بری طرح سے چونک کر اس کی جانب دیکھا مگر زارا کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں اتنے بڑے بڑے آنسو چمکنا شروع ہو گئے تھے کہ وہ بری طرح سے بوکھلا گیا۔

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ تم اہم نہیں ہو..... بھئی میری یادداشت ہی کمزور ہے۔" زارا بری طرح سے رونے لگی تھی حسنات کی وضاحت کا اس پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔

"اے ہائے..... زارا میری بچی! رو کیوں رہی ہے؟" تائی ہاجرہ پتا نہیں کہاں سے نمودار ہوئی تھیں۔ زارا روتی ہی رہی۔ تائی نے پریشانی سے حسنات کی جانب دیکھا۔

"وہ..... وہ....." اس قدر احمقانہ چویشن بن گئی تھی کہ وہ ڈھنگ سے وضاحت بھی نہ دے پا رہا تھا۔ سالگرہ کا دن بھول جانا کچھ اتنی بڑی بات بھی نہ تھی کہ یوں رونا دھونا شروع کر دیا جاتا۔

"ارے کچھ تو بتاؤ۔ یہ تو بس روئے ہی جا رہی ہے۔ آخر کچھ تو ہوا ہی ہو گا ورنہ بلاوجہ تو کوئی بھی نہیں روتا اور زارا تو خوش بھی اتنی تھی کہ کیا بتاؤں صبح سے لگی ہوئی تھی باورچی خانے میں۔ کتنی ہی چیزیں تمہاری پسند کی بنا ڈالیں۔ تم نے تو کچھ نہیں کہہ دیا؟"

"میں..... میں کیوں کہوں گا؟" وہ سٹپٹا کر بولا۔

"امی جان! یہ بھول ہی گئے کہ آج میری سالگرہ ہے حالانکہ میں نے انہیں بتایا بھی تھا۔" اس کا انداز شکایتی تھا۔

"لیکن اب تو یاد آگیا ہے ناں۔" حسنات نے گڑبڑا کر کہا۔

"ہاں بہت یاد آگیا ہے تب ہی لڑکیوں کو پڑھانے جا رہے ہیں۔" وہ سابقہ انداز میں بولی۔

"نہیں جا رہا میں کہیں بھی۔ یہ دیکھو یہاں بیٹھا ہوں۔" حسنات کو تو اکتاہٹ تو بہت ہوئی مگر ظاہر نہ ہونے دیا۔

"کہاں ہے کیک؟ جو تم کاٹو گی دیکھ لینا۔ میں ہی سب سے زیادہ تالیاں بجاؤں گا۔" محض اس کا موڈ ٹھیک کرنے کی غرض سے اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تھا۔

"چل بس کر زارا! دیکھ تو سہی حسنات کتنا شرمندہ ہو رہا ہے۔"

"ایں میں شرمندہ ہو رہا ہوں۔" حسنات نے سوچا۔

"اب جلدی سے اٹھ کر برتن رکھ۔ سب کچھ ٹھنڈا ہو رہا ہو گا۔" تائی نے کہا تو زارا قدرے مسکراتی ہوئی اٹھ گئی۔

"دراصل زارا لاڈلی بہت ہے۔ اسی لاڈ پیار نے اسے حساس بنا دیا ہے ذرا ذرا سی باتوں کو دل سے لگا لیتی ہے۔ اب یہی دیکھ لو تمہاری اتنی سی کوتاہی کو اس بری طرح سے محسوس کیا ہے۔ اصل میں صرف تمہاری وجہ سے ہی اس نے اتنا اہتمام کر ڈالا ہے۔ جب تعلق بن جاتا ہے تو اتنا خیال تو کرنا ہی پڑتا ہے نا۔"

وہ اپنی جھونک میں بول رہی تھیں لیکن حسنات کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"تعلق؟" اس نے گڑبڑا کر ان کی جانب دیکھا مگر وہ اپنی ہی کہے جا رہی تھیں۔

"اور نہیں تو کیا..... دیکھو نا۔ ہم سب کتنی جلدی تم سے مانوس ہو گئے ہیں' بالکل گھر کے فرد کی طرح لگنے لگے ہو بلکہ جب اسلام آباد گئے ہوتے ہو تو کتنی کمی محسوس ہوتی ہے تمہاری۔ ماشاءاللہ اتنے اچھے اور تابعدار بچے ہو۔ سچ پوچھو تو مجھے تو بالکل بلال اور باسط کی طرح ہی لگتے ہو اور بالکل ان ہی کی طرح عزیز ہو گئے ہو۔"

"میرے اور باسط کی طرح نہیں مجاہد بھائی کی طرح۔" بلال کمرے سے نکلا تھا وہیں تائی کے قریب چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اتنی خدمتیں تو اس گھر میں بس ان ہی کی ہوا کرتی تھیں وہ بھی شروع کے دنوں میں۔" تائی کی طرف

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جھجکتے ہوئے اس نے سرگوشی کی تھی۔ تائی نے سٹپٹا کر ہاتھ جڑ دیا اور بوکھلا کر حسنات کی جانب دیکھا وہ ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے اس سرگوشی کا مفہوم سمجھنے کی کوشش میں بری طرح ناکام ہو کر اکتایا بیٹھا تھا۔

"بلال کو عادت ہے مذاق کرنے کی ؟" تائی نے بوکھلاہٹ میں فوراً" ہی وضاحت پیش کر دی اور کچھ بھی سمجھ میں نہ آسکنے کے باوجود حسنات بدقت مسکرا دیا۔

"جی..... میں جانتا ہوں۔"

"او بھولے بادشاہو! کیا جانتے ہیں آپ؟" بلال نے بے ساختہ قہقہہ لگاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یہ کس وقت کی نیند پوری ہو رہی تھی۔" حسنات نے اس کی ہنسی کو نظر انداز کرتے ہوئے بات برائے بات پوچھا۔ تائی اٹھ کر میز کی گرد جھاڑنے لگیں۔

"بس یار۔! بڑی تھکن ہو گئی تھی آج۔ اسی لیے ہاف ٹائم لے کر آ گیا تب سے جو سویا ہوں تو اب ہی آنکھ کھلی ہے۔"

بلال نے اپنے بکھرے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے کہا وہ اس وقت اپنے سلیپنگ سوٹ کی ہاف پینٹ پہنے ہوئے تھا۔ شرٹ شاید اس نے سوتے وقت اتار دی تھی اور اب اٹھ کر یونہی چلا آیا تھا۔ وہ قابل رشک صحت کا مالک تھا مگر اس وقت بغیر قمیض کے اس کا کسرتی جسم بہت شاندار لگ رہا تھا۔ حسنات نے بھی بے اختیار اسے سراہا تھا اور اس کی تعریف سے بلال بے حد خوش ہوا تھا۔

"یہ سارا ایکسر سائز اور جم کا کمال ہے۔" بلال نے باڈی بلڈرز کی طرح اپنے جسم کو اکڑاتے ہوئے اسے اپنے "ایبز" دکھائے تھے۔

"کالج تک مجھے بھی باڈی بلڈنگ کا بہت شوق ہوا کرتا تھا لیکن یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا تو نف پڑھائی کی وجہ سے گیپ آگیا۔ پریکٹس میں اور گیپ آجائے تو یہ کام پھر سے شروع کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اب بھی میں جاگنگ اور ہلکی پھلکی ایکسر سائز تو کر لیتا ہوں لیکن ویٹ لفٹنگ نہیں ہو پاتی۔" حسنات نے بتاتے ہوئے اسے اپنے مسلز دکھائے تھے۔ اب کی بار بلال متاثر ہوا۔

"واہ زبردست یار! اصل میں تمہیں تھوڑی سی نف ایکسر سائز اور ویٹ لفٹنگ کی ہی ضرورت ہے دیکھنا ایسی زبردست باڈی مینٹین ہو جائے گی کہ کیا جان ابراہم اور ریتک کی باڈی ہے۔" اس کی اڑان انڈین فلموں سے آگے نہیں بڑھی تھی۔

"اب اتنی دور کی بھی نہ چھوڑو یار!" حسنات نے ... ہوئے کہا۔

"نہیں یار! میں سیریس ہوں۔" بلال نے جلدی ... کہا۔

"میں کل تمہیں کلب لے کر چلوں گا۔ وہاں ایک ... ہے عباس ایمان سے یار! کیا زبردست باڈی ہے اس کی ... کیا "میک اوور" کی ہو گی۔ حالانکہ دو مہینے پہلے آیا تو ایک دم تیلا لگا کرتا تھا۔"

"السلام علیکم سر!" اس باریک سی نسوانی آواز پر دونوں ہی چونک گئے تھے۔ حسنات نے گردن موڑ کر دیکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ آواز ثریا کی تھی۔

"وعلیکم السلام۔"

"سر!..... وہ میں پوچھنے آئی تھی آج آپ پڑھانے نہیں آئیں گے....." وہ نظریں جھکائے کھڑی ہوئی تھی "سب لڑکیاں آچکی ہیں آج بہت دیر ہو گئی تھی آپ کو۔ محب بھی بات نہیں مان رہا تھا اس لیے میں خود ہی پوچھنے چلی آئی۔"

"اصل میں ایک آفس کا کام آگیا ہے۔ اس لیے میں آج آپ لوگوں کو نہیں پڑھا سکوں گا۔" حسنات نے بلال کو آنکھوں ہی آنکھوں میں وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا لیکن بلال اس کی بات سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" اس نے بھی الجھن بھرے انداز میں اشاروں سے ہی پوچھا تھا۔

"سر! وہ مجھے ایک کوئسچن کا مطلب سمجھ نہیں آرہا تھا اگر آپ کے پاس وقت ہے تو مجھے یہیں سمجھا دیں۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"آں؟" حسنات تذبذب کا شکار تھا۔

"اچھا دکھائیں۔ کون سی کوئسچن ہے؟" ناچار اس نے کتاب لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ ساتھ ہی کرسی گھسیٹ کر اس رخ پر کر دی جہاں بلال اس کرسی کی پشت پر آ گیا تھا۔ اس نے کتاب کھولنے سے پہلے ایک بار پھر اشارے سے بلال کو وہاں سے ہٹنے کے لیے کہا مگر بے چارے بلال کی بھی کیا غلطی تھی وہ اس کے اشارے سمجھتا تو ہی حرکت کرتا۔ ایک آخری کوشش کے طور پر حسنات نے چپکے سے اس کے پاؤں پر ایک ٹھوکر رسید کی تھی۔

"کیا مصیبت ہے؟" بلال بلبلا اٹھا مگر یہ چویشن کچھ ایسی

تھی کہ بول بھی نہیں سکتا تھا۔ ثریا کو ٹینشن سمجھ کر اسی
طرف سے زینب کے پاس چلی گئی تب وہ جھنجھلا کر بولا۔

"تمہیں کیا بیٹھے بیٹھے گدگدیاں ہو رہی ہیں؟"

"سوری۔ تمہیں زیادہ ہی زور سے لگ گئی۔" حسنات نے شرمندگی سے اس کی پیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کی ایک انگلی کا ناخن اس کی ٹھوکر سے اکھڑ چکا تھا۔

"بات کیا تھی ..... منہ سے نہیں بک سکتے تھے؟ اشارے کیے جا رہے تھے کہ کیا کسی لڑکے نے راہ چلتی لڑکی کو کیے ہوں گے۔"

"میں تو تمہیں یہاں سے اٹھنے کے لیے کہہ رہا تھا۔" حسنات نے سابقہ شرمندگی کے ساتھ وجہ بتائی۔

"مگر تم مجھے اٹھانا کیوں چاہتے تھے؟" اس نے بنیادی سوال فوراً ہی اٹھایا پھر اس کے قریب آ کر رازدارانہ انداز میں بولا۔

"اکیلے میں راز و نیاز کرنا چاہ رہے تھے؟" شرارت بھرا انداز۔

"لاحول ولا قوۃ۔" حسنات بری طرح جھینپ گیا۔

"میں تو صرف اس لیے کہہ رہا تھا کہ تم نے شرٹ نہیں پہنی ہوئی تھی اور ایک غیر لڑکی کے سامنے یوں بغیر شرٹ کے بیٹھنا کتنا اوڈ (odd) لگتا ہے۔"

بلال چند لمحے اس کی شکل دیکھتا رہا پھر اس کے لبوں سے بے اختیار قہقہہ ابلا تھا۔

"او اسلام آباد کے پینڈو! اکیسویں صدی میں پہنچ کر بھی تم ابھی تک سترہویں صدی میں جی رہے ہو۔ بھلا اگر میں نے شرٹ نہیں پہنی ہوئی تو مجھے اندر کیوں چلے جانا چاہیے تھا؟ ابھی خود ہی تو تم میری باڈی کی تعریف کر رہے تھے تو کیا اتنی زبردست باڈی میں نے اس لیے بنائی ہے کہ اسے چھپاتا پھروں؟" وہ بہت تمسخرانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

حسنات کو اس کے خیالات جان کر بہت زور کا جھٹکا لگا۔

"شرم و حیا بھی کوئی چیز ہوتی ہے بلال!"

"لو..... شرم کا مردوں سے کیا تعلق؟" بلال نے جھنجھلا کر کہا۔

"میں کوئی لڑکی تو ہوں نہیں کہ اپنا جسم چھپاتا پھروں آج کل تو خیر روشن خیال لڑکیاں بھی یہ نہیں کرتیں۔ میں تو پھر مرد ہوں۔"

"یعنی..... تمہارے خیال میں اپنے جسم کی نمائش روشن خیالی کی علامت ہے؟"

"نمائش تو خیر نہیں کہہ سکتے۔" بلال نے پُرسوچ انداز میں کہا۔

"لیکن ایک چیز اگر اچھی ہے تو اسے چھپانا نہیں چاہیے۔ چھپائی وہ چیز جاتی ہے جس میں عیب ہوتا ہے جبکہ مجھ میں تو کوئی عیب نہیں ہے۔ میں تو well build structure کا مالک ہوں ہاں البتہ میں بھی ہوتا کوئی دبلے پتلے مختی سے وجود والا تو یونہی شرٹ پہننے کے لیے بھاگتا جیسا کہ تم کہہ رہے ہو۔"

"اور نہیں تو کیا..... مرد بھی اپنا آپ عورتوں کی طرح چھپاتے اچھے لگتے ہیں کیا؟" تائی ہاجرہ نازل ہوئیں۔

"ویسے بھی میرے دونوں بچوں کو بچپن کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ یہاں کی گرمی کا حال تو تم نے دیکھ ہی لیا ہے تو یہ بلال اور باسط کو میں بچپن میں صرف جانگیا پہنایا کرتی تھی، سارا دن ایسے ہی پھرتے رہتے گرمی لگتی تو ٹونٹی کے نیچے بیٹھ کر جھٹ پٹ نہا بھی لیتے تھے اور یوں گرمی بھی کم لگتی تھی..... بس وہی عادت پڑی ہوئی ہے گرمی تو ان دونوں سے ہی برداشت نہیں ہوتی۔ یہ بلال تو سردی میں بھی قمیص اتار کر ہی سوتا ہے۔"

تائی بولنا شروع ہوئیں تو پھر رکنے کا نام ہی نہ لیا جبکہ حسنات سے پھر کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ وہ خیالات جو کئی سالوں میں پختہ ہوئے ہوں منٹوں یا گھنٹوں میں نہیں بدلے جا سکتے تھے۔

☆ ☆ ☆

بالکل سامنے والی دیوار کے ساتھ بچھے پلنگ پر گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر نیم دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا مگر صرف نظریں ہی اسکرین پر تھیں جبکہ ذہن تو کہیں اور ہی بھٹکتا پھر رہا تھا۔

"زینب!" ٹی وی اسکرین پر دکھائی دیتے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے زیر لب کہا پھر بے اختیار جھنجھلایا جب سے ٹی وی دیکھنے بیٹھا تھا یہ چوتھا چہرہ تھا جس پر اسے زینب کا گمان ہوا تھا۔

اس نے ٹی وی ہی بند کر دیا پھر چلا گیا وہ اپنا دھیان بٹانا چاہتا تھا مگر پتا نہیں یہاں آتے ہوئے دل پیچھے رہ گیا تھا یا دماغ۔

اسے خود پر غصہ آنے لگا۔ دل پیچھے رہ گیا تھا یا دماغ باتیں دونوں ہی پریشان کن تھیں۔ کیونکہ یہ چکر زینب کے ہاتھوں ہونے والی بے عزتی کا اثر کم کرنے کے لیے ہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تو لگایا گیا تھا۔

پھر وہ سوچ آیا تھا کہ اس بار تو ضرور ہی ماں جی کو زارا کے متعلق بتا آئے گا۔ اتنی اچھی لڑکی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا ہی عقل مندی کا تقاضا تھا مگر دل کا کیا تقاضہ تھا؟ وہ جب جب سوچتا از سرِ نو الجھتا۔

لیکن تائی ہاجرہ کے وہ انکشافات جن پر وہ چاہ کر بھی یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ زینب کی جھگڑالو فطرت سے وہ آگاہ تھا مگر یہ لڑاکا پن صرف اپنی ذات پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنایا گیا ہے۔ اسے رتی بھر بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

کیا ہی اچھا ہوتا جو اس نے زینب کو مسکراتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا۔ نہ وہ دیکھتا نہ ہی یہ بدبخت دل دغا دیتا۔

وہ نجانے کتنی ہی بار اس لمحے کو کوس چکا تھا۔

"بھئی۔ سچ تو یہ ہے کہ کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا ہی نہیں۔ بات تک کرتے تو ڈر لگتا ہے کہ پتا نہیں آگے سے کیا کہہ دے۔ ہم بھی کچھ کہیں تو برے ہی کہلائیں گے۔ ورنہ جانتا تو سارا ہی گاؤں ہے کہ زینب کیا کرتی پھر رہی ہے۔"

بہت ہی گھما پھرا کر کرنے کے باوجود بھی بات کا مفہوم اس کی سمجھ میں آ ہی گیا تھا تب ہی بہت ہی شدید قسم کے ملال نے اسے گھیر لیا اس لیے نہیں کہ تائی نے زینب کے کردار پر بات کی تھی بلکہ اس لیے کیونکہ اس کی فطرت کے اس رنگ کو بہت ہی گھٹیا ڈھنگ سے دیکھا جا رہا تھا۔

وہ کانوں کا کچا ہوتا تو شاید فوراً ہی ان کی بات پر ایمان لے آتا مگر اتفاق سے کان وہ کھلے رکھتا تھا اور آنکھیں بھی ..... جبکہ ایک زندہ سلامت بہت ہی صحت مند دماغ بھی موجود تھا جو سوچنے سمجھنے کا کام بخوبی انجام دے لیتا تھا۔ بہت سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ زینب سے اس موضوع پر بات کرنا چاہیے۔

اس روز بات سے بات نکلی تو اس نے زینب کو پڑھائی کا مشورہ دے ڈالا۔

"اب کہاں پڑھ پاؤں گی اتنا عرصہ ہو گیا چھوڑے ہوئے۔" زینب نے بات گھمائی۔

"مسئلہ تو ہو گا مگر تھوڑی سی محنت سے ٹھیک ہو جائے گا۔ میٹرک تو کیا ہوا ہے نا؟" اس نے پوچھا۔

"صرف میٹرک نہیں سر جی! سمجھیں ایف اے بھی کیا ہوا ہے اس نے وہ تو سیکنڈ ایر کے ایک سبجیکٹ میں سپلی آگئی تھی تو سب چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ گئی۔ میں اتنی مرتبہ اس سے کہہ چکی ہوں کہ پھر سے تیاری شروع کر دے مگر یہ سنتی ہی نہیں۔" ثریا بھی موجود تھی نت شکایتی انداز میں بولی۔

"واقعی؟" حسنات نے بے حد متعجب ہو کر اس کی طرف دیکھی۔ اس کا خیال تھا یہ جاہل سی لڑکی۔ زیادہ بھی ہوئی تو پرائمری ہی پاس ہو گی وہ بھی بمشکل۔

"اس کا تو ذہن بھی اتنا اچھا ہے۔ اسکول میں تو پوزیشن لیا کرتی تھی۔" ثریا نے مزید معلومات بہم پہنچائی۔ زینب جھینپ کر مسکرائی۔

"ان دنوں اماں پڑھایا کرتی تھیں نا۔"

حسنات کا دل چاہا اسے بتائے وہ اس لمحے کتنی اچھی کتنی مختلف لگ رہی ہے یوں معصومیت سے مسکراتی مگر.....

"تو کیا ہوا؟ تم دوبارہ سے پڑھائی شروع کر دو اگر پھپھو نہیں پڑھا پائیں گی تو میں پڑھا دیا کروں گا۔ یہ ثریا لوگوں کو بھی تو پڑھاتا ہوں ایک تم بھی سہی۔"

"اب نہیں پڑھ سکتی۔ خوامخواہ تمہارا وقت بھی ضائع ہو گا اور میرا بھی۔" ثریا کے بھی اصرار کرنے پر وہ متذبذب سی بولی۔

"میرا وقت تو چھوڑو تمہارا تو بالکل بھی نہیں ضائع ہو گا۔ ویسے بھی تمہیں سارا دن لوگوں سے جھگڑے ہی تو کرنا ہوتے ہیں دو تین گھنٹے جو پڑھائی میں صرف کرو گی تو جھگڑوں میں ہی کچھ کمی آجائے گی۔"

پھپھو کی بیماری کے بعد سے جو بے تکلفی کی ہلکی سی فضا قائم ہو چکی تھی اسی کے تحت ہلکی سی مسکراہٹ کے تحت کہہ ڈالا۔

"مطلب؟" زینب نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا جواباً حسنات نے چند لمحے سوچا پھر بولا۔

"میں کافی دن سے تم سے اس بارے میں بات کرنا چاہ رہا تھا مگر..... خیر اب تو موقع مل گیا ہے ناں..... تمہیں احساس ہونا چاہیے کہ تمہارے ان جھگڑوں کی وجہ سے لوگ تمہارے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ تم تو لڑ جھگڑ کر گھر آجاتی ہو۔ باہر لوگ کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔ تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے؟ لڑکیوں کا ایک وقار ہوتا ہے زینب! اور مجھے بہت افسوس ہے اس بات کا کہ تمہاری شخصیت میں وہ بات نہیں ہے۔ اچھی لڑکیاں ایسے نہیں کرتیں زینب! جیسے تم کرتی ہو۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"پہلی بات تو یہ کہ میں اچھی لڑکی نہیں ہوں۔ یہی کہتے ہیں نا لوگ میرے بارے میں۔ کہنے دو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ تم کس خوشی میں مجھے یہ ساری باتیں بتا رہے ہو۔ میں بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں سب کچھ.....

جب سے بڑی ہوئی ہوں یہی باتیں تو سنی ہیں۔ تم کتنے دنوں سے سن رہے ہو؟ چار دن کی تعلق داری میں تمہیں مجھے نصیحتیں کرنا یاد آ گیا۔ کتنے عرصے سے میں اور میری ماں ایسی ہی زندگی گزار رہے ہیں تب تو کسی کو خیال نہیں آیا ہم سے اپنائیت جتانے کا۔"

اس کا لہجہ 'اس کا انداز..... حسنات بوکھلا ہی گیا۔

"دیکھو زینب! میں تو تمہاری بھلائی....."

"کس نے کہا تم سے 'میری بھلائی سوچو!" وہ پھاڑ کھانے کو دوڑی۔

"اچھا دماغ خراب تھا میرا جو ایسا سوچا۔" وہ جل کر بولا۔

"مگر تم اپنے متعلق ضرور سوچو' جو کچھ تم کرتی پھرتی ہو۔ ایسی حرکتیں لڑکیوں کو زیب نہیں دیتیں۔ میں مانتا ہوں تمہیں غصہ زیادہ آتا ہے مگر اس طرح سے غصے کا اظہار کرنا بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔ یہ تو سوچو لوگوں کی زبانیں نہیں پکڑی جا سکتیں۔ تمہیں پتا بھی ہے لوگ کس قسم کی باتیں کرتے ہیں تمہارے بارے میں؟"

"کون لوگ؟..... تائی ہاجرہ اور ان کی بیٹیاں؟" اس نے بے حد سنجیدگی سے طنز کیا تھا۔ "مجھے ان لوگوں کی پروا نہیں ہے کیونکہ ان کی میرے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ البتہ تمہیں ان کی پرواہ ہونی ہی چاہیے نئی نئی رشتہ داری مضبوط بنانے کے لیے ہاں میں ہاں تو ملانا ہی پڑتی ہے۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو....." حسنات نے کہنا چاہا۔

"پتا نہیں کون کسے غلط سمجھ رہا ہے کون کسے صحیح۔" وہ بےزاری سے بولی۔

"میں تو صرف اتنا ہی جانتی ہوں۔ میری ماں کی بیماری میں جو تم نے مدد کی اس کے لیے میں شکر گزار ہوں مگر شکر گزاری کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب دل چاہے تم میری ذاتی زندگی میں دخل دو۔ خواہ یہ حرکت اپنے سسرالیوں کو خوش کرنے کی غرض سے ہی کیوں نہ کی جا رہی ہو۔ بہتر یہی ہے کہ تم اپنے کام سے کام رکھو۔ تمہیں کیا فرق پڑے گا؟ ویسے بھی اپنے لیے تالیاں سننا کسے برا لگتا ہے۔ واپس جاؤ گے تو خوب واہ واہ سمیٹنے کا موقع مل جائے گا کہ جی رشتہ داروں کا بڑا خیال کیا۔ ان کی بڑی مدد کی..... تم تو ہمدردی کے اس کھیل سے جی بہلا کر چلتے بنو گے۔ بھگتنے کو تو ہم ہی رہ جائیں گے ناں۔" یہ آخری جملہ اس نے زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے کہا تھا مگر پھر بھی حسنات نے سن ہی لیا۔

"تمہاری بدگمانی کی کوئی حد بھی ہے زینب؟" اسے اتنا برا لگا کہ ڈھنگ سے جملہ بھی مکمل نہ کر سکا۔

"میں اب تک سوچتا تھا 'سب لوگ تمہاری برائی ہی کیوں کرتے ہیں؟ کوئی تمہاری مدد کو آگے کیوں نہیں بڑھتا مگر اب مجھے سمجھ آ گئی ہے۔ کسی کا دماغ تھوڑا ہی خراب ہے کہ تم سے ہمدردی جتا کر جواب میں تھپڑ کھانا پڑے اتنا بیوقوف تو میں ہی تھا بس خوامخواہ اپنا خلوص تم پر ضائع کرنے چلا آیا۔"

انتہائی طیش بھرے پچھتاوے کی کیفیت میں اس نے سامنے رکھے موڑھے کو ٹھوکر ماری اور تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا تھا۔

زینب اس کے خلوص کا اتنا گھٹیا مطلب لے گی۔ اسے رتی بھر بھی اندازہ نہیں تھا اگر ہوتا تو بات ہی نہ کرتا اور اگر کرتا تو کم سے کم بات کرنے کے لیے کسی ایسے وقت انتخاب کرتا جب اس کے علاوہ کوئی موجود ہی نہ ہوتا۔

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ زینب کی باتیں زیادہ بری لگی ہیں یا ثریا کی موجودگی میں اس کے خلوص کا مذاق بنایا جانا زیادہ ناگوار لگ رہا ہے۔

باتیں دونوں ہی قابلِ افسوس تھیں۔

سو وہ جی بھر کر ہی افسردہ ہو رہا تھا مگر اس بار پکا فیصلہ کر ڈالا تھا کہ اماں جی کو زارا کے متعلق بتا دینا چاہیے۔ ایک ہلکا سا نرم گوشہ جو پچھلے کچھ دنوں میں بڑی خاموشی سے دل میں جگہ بنا چکا تھا' اس کے خلوص کو یوں منہ پر مار دینے کے بعد اس کی گنجائش ہی کہاں رہی تھی۔

سدرہ آپا کا بڑا بیٹا مستقل ہی اس سے کسی چیز کی فرمائش کیے جا رہا تھا حسنات کو ناچار اس کی جانب متوجہ ہونا پڑا مگر اسے شرٹ سے بے نیاز چھوٹی سی نیکر میں ملبوس دیکھ کر اسے بڑی ہی ناگواری ہوئی تھی۔

"اسے کپڑے تو پہنا دیا کریں آپا!" اس نے جھنجھلا کر آپا کو مخاطب کیا کچھ فاصلے پر بیٹھی فون پر بات کر رہی تھیں۔ جواب میں انہوں نے اسے انتظار کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

"علی! آپ کپڑے کیوں نہیں پہنتے؟" ذرا سی جو سہولت اسے ملی تھی تو اسی میں بچے کو سمجھانے کا فیصلہ کر ڈالا۔

"پہنتا تو ہوں ماموں!" عالی نے اپنی نیکر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"نہیں بیٹا! یہ پورے کپڑے نہیں ہیں۔" حسنات نے اسے گود میں بٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ "آپ کو پورا ٹراؤزر اور شرٹ پہننی چاہیے جیسے میں نے پہن رکھی ہے۔ دیکھو میں نے آپ کو دیکھا ہے اکثر آپ اسی طرح نظر آ رہے ہوتے ہو۔ بیٹا! اس طرح تو شیم شیم ہو جاتی ہے اور اچھے بچے تو اس طرح کبھی نہیں گھومتے۔"

"کوئی شیم ویم نہیں ہوتی۔ کیا الٹی سیدھی باتیں ڈال رہے ہو بچے کے ذہن میں۔ یہ تو پہلے ہی اتنی مشکل سے شرٹ اتارنے پر راضی ہوتا ہے۔" ریسیور رکھتے ہوئے آپا نے اسے ٹوکا تھا۔

"تو ضرورت ہی کیا ہے اس کی شرٹ اتارنے کی؟" حسنات نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"گرمی کس قدر ہے اور ادھر کا تو اے سی بھی خراب پڑا ہوا ہے۔ اس مرتبہ تو گرمی جانے کا نام ہی نہیں لے رہی..... تمہیں پتا نہیں ہے حسنات! بچوں کو گرمی بہت زیادہ لگتی ہے....." آپا نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

"بڑی نئی اطلاع ہے اس کے لیے شکریہ مگر آپ کو ذرا بھی اندازہ ہے اتنی عمر میں ان بچوں کو ننگا پھرا کر آپ ان کے اندر سے شرم کو کتنی بری طرح سے ختم کر رہی ہیں۔"

"تم تو یوں کہہ رہے ہو جیسے میں انہیں گلیوں میں گھماتی پھراتی ہوں۔ گھر میں ہی تو ہوتے ہیں۔ وہ بھی میں صرف ان کے آرام کی غرض سے ایسا کرتی ہوں۔ کہیں باہر جاتے ہوئے تو پورے کپڑے ہی پہناتی ہوں۔" آپا اپنی غلطی مان کر ہی نہ دے رہی تھیں۔

"آپا! گھر سے باہر جانے کی تربیت بھی تو گھر کے اندر ہی کی جاتی ہے نا۔" اس نے رسان سے کہا۔

"آج چاہے کسی بھی وجہ سے ان کے کپڑے اتار دیتی ہیں اس پر مستزاد یہ کہ انہیں شرم کا احساس بھی نہیں دلائیں۔ کل کو جب یہ بڑے ہوں گے اور اپنے کپڑے خود اتار کر پھریں گے تب آپ کیا کریں گی؟"

"حد ہو گئی حسنات! تم نے تو یوں شرم شرم کی رٹ لگائی ہوئی ہے جیسے کوئی لڑکی ہو؟" آپا نے صاف اس کا مذاق اُڑایا تھا۔ حسنات کو آگ ہی لگ گئی۔

"کیوں کیا اسلام نے شرم و حیا کی تلقین صرف عورتوں کو کی ہے؟" اس نے جل کر پوچھا۔

"قرآن مجید میں سورۃ نور اور سورۃ احزاب میں مردوں کے لیے بڑے واضح احکامات موجود ہیں۔ اس کے باوجود ہم صرف عورت کی شرم و حیا کی بات کرتے ہیں۔ میں آپ کو بہت ساری مستند احادیث بھی سنا سکتا ہوں جن میں مردوں کو اپنی نظریں نیچے رکھنے اور اپنی حفاظت کی تلقین کی گئی ہے۔ حفاظت سے مراد اب یہ تو نہیں ہو سکتی کہ مرد خود کو عورتوں کی طرح چار دیواری میں رکھیں۔ لیکن اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ یوں اپنا آپ دوسروں کے سامنے نہ لائیں۔ معاشرے کے اخلاقی زوال کی سب سے بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ بچوں خصوصاً" مرد بچوں میں سے شرم و حیا کا کانسپٹ ختم ہوتا جا رہا ہے۔"

"کیا بلاوجہ کی بحث چھیڑ کر بیٹھ گئے ہو حسنات! میرا سر پہلے ہی دکھ رہا ہے۔ کتنی ساری باتیں ہمیں بھی تو ہمارے بزرگوں نے نہیں سکھائیں مگر بڑے ہونے پر ہم نے خود بخود سیکھ لیں کہ یہ اچھی باتیں ہیں ہمیں اپنا لینا چاہئیں جیسا کہ میرا حجاب اوڑھنا اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تم بھی میرے بچوں کی طرح ہی رہا کرتے تھے مگر اب شرم و حیا کی باتیں کرنے لگے ہو۔ اس سے تو یہی پتا چلا ناں کہ ہر بات بچوں کو بچپن سے سمجھائی جانا ضروری نہیں ہوتی۔ تم نے بھی تو کچھ نہ کچھ سیکھا ہے۔ میرے بچے بھی سیکھ لیں گے۔"

آپا نے لاپروائی سے کہا تھا۔

"ہر بچہ اپنے بڑوں کے سانچے میں ڈھلا ہوا نہیں ہوتا آپا! میں نے جو باتیں سیکھ لیں ضروری نہیں وہ بھی سیکھیں کیونکہ میرا....."

"ہاں ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" آپا اپنی جگہ سے اٹھیں اور عالی کا ہاتھ پکڑ کر اسے تخت سے نیچے اتارا۔

"کوئی اور اعتراض رہ گیا ہے تو وہ بھی کر لو..... ہو سکتا ہے میں کل کو واپس چلی جاؤں۔" ان کی اتنی سنجیدگی حسنات کو بہت کچھ سمجھا گئی تھی۔

"آپا! میں تو صرف....."

"جب دیکھو نصیحتیں کرتے رہتے ہو۔ یہاں سے جب گئے تھے تب تو اچھے بھلے تھے۔ اب پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر نکل گئیں۔ حسنات اپنا سا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لے کر رہ گیا، وہ بے چارہ خود اتنا شرمیلا تھا کہ ابھی اس موضوع پر آپا سے کھل کر بھی بات نہیں کر رہا تھا بہت نپے تلے انداز میں اس نے اپنی بات ان تک پہنچائی تھی مگر وہ کچھ سنتیں تب نا۔

"یار! عورتوں کو قائل کرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔" اشاعت بھیا اندر آتے ہوئے کچھ نہ کچھ سن ہی چکے تھے ہنستے ہوئے بولے۔

"لیکن میں غلط بات تو نہیں کر رہا تھا۔" وہ قدرے بددلی سے بولا۔

"غلط بات تو بالکل نہیں کی یار! مگر آج کے انسان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ بڑی پابندی سے اپنے وضع کردہ راستوں یا اپنی مرضی کے اصولوں سے چل رہا ہے۔ اب اگر وہ غلط بھی ہے تو برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی اس پر تنقید کرے یا اسے اس راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے خصوصاً اگر اسے قائل کرنے کے لیے قرآن و سنت کا حوالہ دے دیا جائے تو سامنے والا بندہ بالکل ہی بھڑک اٹھتا ہے صرف یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ہمیں تم سے زیادہ اسلام کی اصل روح کا علم ہے۔ یہ اپنی سدرہ تو خیر کبھی بھی نہیں سنتی۔"

زاشی باہر سے کھانا لگنے کی اطلاع دے رہی تھی تب ہی بات ادھوری چھوڑ کر ان دونوں کو ہی اٹھنا پڑا مگر حسنات کے ذہن میں کوئی پن سی گڑی رہ گئی تھی اور اس پن نے تب تک نہیں نکلنا تھا جب تک کہ الجھن سلجھ نہ جاتی۔

☼ ☼ ☼

"سرجی...!" پڑھائی ختم کر کے وہ اٹھنے کے لیے پر تول رہا تھا کہ ثریا نے پکار لیا۔

"داداجی کو آپ سے کچھ کام تھا، ابھی تو وہ کسی کام سے نکلے ہیں مگر کہہ کر گئے تھے کہ آپ ان کا انتظار کر کے جایئے گا۔"

حسنات کو بے زاری تو بہت ہوئی مگر بیٹھنا ہی پڑا مگر داداجی تھے کہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ آخری لڑکی کے جانے سے بھی چند منٹ قبل ثریا چائے لے آئی تھی۔

"داداجی کب تک واپس آئیں گے؟"

"وہ تو ساہیوال گئے ہیں کل ہی واپس آئیں گے؟"

حسنات کے ہاتھ سے کپ چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

"لیکن آپ نے تو کہا تھا"

"میں نے جھوٹ بولا تھا سر!..... دراصل مجھے آپ سے زینب کے بارے میں بات کرنا تھی۔" ثریا جلدی جلدی بولی، مبادا شرافت کے مارے ہوئے "سرجی" سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوں۔

"جی فرمایئے..... کیا بات کرنا ہے؟" سرجی کو بات تو کوئی نہ سننی تھی مگر نجانے کیسے منہ سے نکل گیا۔

"وہ سر... اس دن..." ثریا نے جھجکتے ہوئے بات شروع کی۔

"دراصل سر..... زینب دل کی بری نہیں ہے۔ بس زبان کی کڑوی ہے۔" وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی بات کس طرح اس تک پہنچائے۔

"اس روز اس نے جو بھی کہا، مجھے اس پر بہت افسوس ہے۔"

"آپ کیوں شرمندہ ہو رہی ہیں؟" حسنات کی چوٹ ازسرنو تازہ ہو رہی تھی پھر بھی بھڑکے بنا سنجیدگی سے کہا۔

"آپ نے تو کچھ نہیں کہا تھا۔ غلطی دراصل میری ہی ہے۔"

"نہیں سرجی! آپ کی غلطی نہیں ہے۔" ثریا نے تیزی سے اس کی بات کاٹی تھی۔

"پتا کیا بات ہے سر.....! ساری زندگی خوشحالی اور آسانیوں میں بسر کرنے والا انسان، بدحالی اور مشکلات میں زندگی گزارنے والے کو کبھی سمجھ ہی نہیں سکتا..... لیکن میں سمجھ سکتی ہوں، اس لیے نہیں کیونکہ میں نے ویسی زندگی گزاری ہے بلکہ اس لیے کیونکہ بدحالی اور مشکلات کی زندگی گزارتے ہوئے میں نے زینب کو دیکھا ہے۔ ہم میں سے کوئی ایک ہی ہوتا ہے جو مصائب کی چکی میں پسنے کے بعد بھی میٹھی زبان میں بات کرتا رہے۔ یہاں تو تھوڑی سی مشکل آن پڑے تو لوگ اللہ سے شکوے کرتے اگلی پچھلی ایک کر دیتے ہیں۔ اتنا زہر اگلتے ہیں کہ کیا کسی زہریلے سانپ میں ہوتا ہوگا۔ زینب نے تو پھر بھی بہت چھوٹی عمر سے مصائب دیکھے ہیں سرجی! مگر خدا گواہ ہے کبھی اللہ کو نہیں کوسا کہ تم نے میرے لیے اتنی مشکلات پیدا کر دیں۔"

"آپ یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟" حسنات نے جل کر کہا۔

"مجھے ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اتنی بے عزتی کروانے کے بعد کسی کو دلچسپی ہو بھی کیسے سکتی ہے؟....

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں مانتا ہوں' زینب کی زندگی میں مسائل ہیں' مشکلات ہیں مگر یہ سب میری وجہ سے تو نہیں ہوا۔"

(میں کیسے مان لوں سر جی کہ آپ کو دلچسپی نہیں۔ میرا اندازہ غلط ہو ہی نہیں سکتا ویسے بھی میرے علاوہ اگر زینب کے لیے کوئی مخلص ہو سکتا ہے تو وہ آپ ہی ہیں۔ خدا میرے اندازے کو درست کرے (آمین)۔

"سر جی' وہ اس روز کسی سے جھگڑا کر کے آئی تھی۔ ساری بھڑاس آپ پر نکال دی لیکن یقین کریں آپ کے جانے کے بعد وہ بہت شرمندہ ہوئی تھی۔"

حسنات نے بے یقینی سے ثریا کو دیکھا..... زینب اور شرمندہ..... ناممکن۔

"لیکن وہ بہت انا پرست ہے۔ شرمندگی کے باوجود وہ آپ سے معافی نہیں مانگے گی حالانکہ میں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی۔ سر! مجھے آپ سے صرف ایک گزارش کرنا تھی۔ آپ پلیز اس کے معافی مانگے بنا ہی اسے معاف کر دیں۔" ثریا نے جھجکتے ہوئے۔

"تاکہ کل کو پھر کسی چھوٹی سی بات پر وہ سب کے سامنے میری انسلٹ کر دے۔" حسنات نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا تھا۔

"میں نے بتایا نا سر! وہ ایسی نہیں تھی۔ وہ جو منہ سے پھول جھڑنے والا محاورہ ہوتا ہے وہ زینب پر بالکل صادق آتا تھا۔ ایمان سے لڑائی جھگڑوں سے دور بھاگنے والی..... جب ہم اسکول میں تھے تو وہ واحد لڑکی تھی ہماری کلاس کی جس نے کبھی کسی سے برائی نہیں کی تھی..... وہ دل کی بری نہیں ہے سر! بس حالات کی تلخی نے اس کی زبان کو کڑوا کر دیا ہے۔"

وہ بڑے طریقے سے زینب کا مقدمہ لڑ رہی تھی اور دروازے کے باہر کھڑی زینب کو اپنی اکلوتی سہیلی کی محبت پر پیار آیا تھا۔

"تمہاری زندگی میں پہلے ہی اچھے لوگوں کی بہت کمی ہے زینب اور زیادہ کمی مت کرو۔" اسے حسنات سے معافی مانگنے کے لیے قائل کرتے ہوئے ثریا نے کہا تھا۔

اسے حسنات کی اچھائی پر شک تھا نہ خلوص پر۔ بس اتنی مدت سے ایک ہی ٹون میں بولتے بولتے زبان کو جو عادت پڑ چکی تھی' اسی عادت نے ایک اچھے انسان کو منہ کے بل گرا دیا تھا۔

وہ جس قدر بھی پشیمان ہوتی کم تھا۔

مگر سچ تو یہ ہے کہ اصل دماغ' تائی باجرہ اور زارا کی الٹی سیدھی بکواس نے خراب کیا تھا۔ ان کا خیال تھا زینب حسنات کو پھانس رہی ہے اور زارا کے حق پر ڈاکہ ڈال رہی ہے۔ زینب نے بھی خوب کھری کھری سنائی تھیں کہ خاموش رہنا مشکل ہو گیا تھا مگر حسنات کے سامنے پتا نہیں کیسے اتنی بکواس کرتی چلی گئی۔ حالانکہ اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا پھر بھی۔

ثریا کی اماں اسے کھانے کے لیے روک رہی تھیں مگر وہ لسی کا ڈول اٹھا کر معذرت کرتی باہر نکل آئی۔ گاؤں کے چند گنے چنے گھروں میں ایک گھر ثریا کا ہی تھا جہاں وہ بلا جھجک چلی جاتی تھی۔

اس ڈھلتی ہوئی شام کے سائے تلے' جب کائنات رات سے زیادہ پچھم سے اٹھتے ہوئے بادلوں کی وجہ سے زیادہ سیاہ پڑنے لگی تھی' اپنے گھر کے راستے پر قدم رکھتے ہوئے زینب کو بہت کچھ یاد آیا تھا۔

وہ سارے معاشی مسائل جو ابو کی وفات کے بعد اسے اور اس کی ماں کو سہنے پڑے۔ قریبی رشتہ داروں کی خود غرضی اور مطلب پرستی اور سب سے بڑھ کر گاؤں کے نمبردار کا بڑا بیٹا..... جس نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔

"آؤ زینب! دوستی کر لیتے ہیں۔" اور زینب نے گیارہ سال کی عمر میں اس لڑکے کے ہاتھ سے نکلتی ہوئی برقی رو کو اپنے سارے جسم میں دوڑتا محسوس کیا تھا۔ وہ بے تحاشا خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ آئی تھی مگر اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ اس وقت اس نے کیا محسوس کیا' وہ اس سے پہلے بھی لڑکوں سے ہاتھ ملا لیا کرتی تھی مگر کبھی اسے ایسا نہیں لگا تھا۔

دوسری بار اسے وہی کیفیت اکبر چچا کے پاس بیٹھ کر محسوس ہوئی تھی۔ اکبر چچا اس کے سگے چچا نہیں تھے۔ وہ اس کے ابو کے دوست تھے اور اکثر گھر آیا کرتے تھے۔ ابو کی وفات کے بعد وہ جب بھی آتے تایا جی کے پاس بیٹھ کر زینب اور کامی کو پیار کرتے اور چلے جاتے تھے۔ پھر ایک روز وہ تایا جی سے اجازت لے کر ان دونوں کو اپنے گھر لے گئے۔ کچھ دیر زینب ان کی بیٹی کے ساتھ کھیلتی رہی جو اس سے عمر میں چند برس چھوٹی تھی پھر اکبر چچا بھی وہاں آ گئے اور زینب سے اس کی پڑھائی کے متعلق پوچھتے رہے۔ پھر بات کرتے کرتے انہوں نے ہاتھ بڑھا کر زینب کو اپنی گود

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بٹھا لیا تھا۔ زینب ساڑھے بارہ برس کی ہو چکی تھی۔

بے شک اس کا ذہن کسی معصوم اور چھوٹی بچی کی طرح ہی تھا مگر وہ اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی کہ اسے گود میں بٹھایا جاتا اور ہاتھ اس کی کمر کے گرد تھا اور وہ اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں پوچھ رہے تھے لیکن زینب سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہی تھی اگر اس سے پوچھا جاتا تو شاید وہ جواب نہ دے پاتی بس اسے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا یہاں سے بھاگ جائے مگر جیسے کسی خوف نے اس کی گویائی سلب کر لی تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے۔"

وہ ایکدم اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ چچا اکبر نے بغور اس کی جانب دیکھا پھر بڑے عجیب سے انداز سے مسکرائے۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں گھر چھوڑ آتا ہوں مگر کل کو پھر تمہیں ثناء کے ساتھ کھیلنے کے لیے آنا ہوگا۔" بڑی محبت سے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے اسے تاکید کی تھی۔ زینب نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا مگر اس کے بعد وہ دوبارہ کبھی چچا اکبر کے گھر نہیں گئی۔ اس کے باوجود اس کے ناگوار تجربات میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔

پہلے نمبردار کا بیٹا، پھر چچا اکبر پھر اسکول وین کا ڈرائیور جو بڑی چالاکی سے ہمیشہ اسے اپنے ساتھ والی سیٹ پر بٹھاتا تھا پھر بہانے بہانے سے اس کے ہاتھ تو کبھی ٹانگ کو چھوتا رہتا تھا اور پھر وہ دکان دار، جس کی دکان پر تائی ہاجرہ اسے بھری دوپہر میں سودا سلف لینے بھیج دیا کرتی تھیں اور وہ ماسٹر جی جن کے پاس وہ کچھ عرصہ ٹیوشن پڑھتی رہی تھی۔

اس روز بہت ڈرتے ڈرتے اس نے ثریا سے پوچھ لیا تھا۔

"نہیں ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ سر نے مجھے اپنے پاس بٹھایا ہو بلکہ میں تو کبھی کام چیک کروانے کے لیے ان کے پاس جا کر کھڑی ہو جاؤں تو ڈانٹ دیتے ہیں کہ سر پر کیوں چڑھی جا رہی ہو..... ویسے تم کیوں پوچھ رہی ہو؟ وہ تمہیں اپنے پاس بٹھاتے ہیں؟"

معصومیت کا دور تھا سو سوال کی تہہ میں پہنچے بنا داغ دیا جاتا۔ زینب ہونٹ دانتوں سے کچلتی رہی پھر اس نے ڈرتے ڈرتے ثریا سے کچھ اور باتیں پوچھی تھیں جواباً ثریا کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

"کوئی مجھے ہاتھ لگائے تو اس کے ہاتھ نہ توڑ دوں ویسے بھی کوئی اتنی ہمت کرے گا ہی کیوں؟..... سب کو پتا ہے میرے ابا اور بھائی ان کی طبیعت ٹھیک کر کے رکھ دیں گے۔"

ثریا زینب کے جتنی لاعلم نہیں تھی تب ہی اس کے چھپکے چھپکے کئی باتیں سمجھاتی چلی گئی۔ لیکن اس کی ابا اور بھائی والی بات زینب کے دل میں انی کی طرح گڑ گئی تھی۔

"تو گویا سب اس کے ساتھ ایسا اس لیے کرتے ہیں کیونکہ نہ اس کے ابا ہیں نہ بھائی اس قابل کہ ان کی طبیعت صاف کر سکیں۔"

بے سائبانی کا اتنا شدید احساس پہلے کبھی بھی نہ ہوا تھا جتنا تب ہوا۔ چار روز تک بخار میں پھنکنے کے بعد وہ ٹیوشن گئی تو ماسٹر جی نے سب بچوں کو رخصت کر کے اسے روک لیا۔ بسکٹ، پھل اور وہ سب چیزیں جو اتنی عمر کے شکار کو پھانسنے میں مدد دے سکتی ہیں۔ انہوں نے منگوا رکھی تھیں مگر زینب میں اتنی ہمت جانے کہاں سے آگئی تھی کہ اس نے جوس کا گلاس ان کے منہ پر دے مارا، ان کا چہرہ کھسوٹ لیا اور گالیاں بکتی وہاں سے بھاگ آئی۔

گاؤں میں کہرام مچا۔ زینب نے ماسٹر جی سے بدتمیزی کی تھی۔ شکایت گھر تک آئی مگر تب تک زینب پتھر کی ہو چکی تھی۔ اسے سمجھ آگئی تھی دنیا میں اس کی ماں اور بھائی سے زیادہ کوئی قابل بھروسہ نہیں اور اسے اپنی حفاظت خود کرنا ہے خواہ کیسے بھی۔ اس نے شکایت لے کر آنے والوں کو بھی گالیاں بکیں اماں کی ڈانٹ ڈپٹ، تائی ہاجرہ کی مار کی رتی بھر بھی پروا نہ تھی۔

ایک نئی زینب پیدا ہو چکی تھی۔

جس کی زبان سن کر شروع میں سب حیران ہوئے اور پھر خار کھانے لگے یہ روش اپنا کر یقیناً اس کے مسائل حل ہوئے مگر مشکلات بڑھی بھی تھیں۔ اس کی دوستیاں ختم ہونے لگی تھیں، اس کی زبان کی وجہ سے لوگ اپنی بچیوں کو اس کے قریب جانے نہیں دیتے تھے۔ وہ رفتہ رفتہ تنہا ہونے لگی تھی مگر یہ سودا مہنگا نہیں تھا۔ اپنی عزت گنوا کر دوستیاں حاصل کرنے سے بہتر تھا۔ وہ تنہا رہتی۔ حد سے بڑھا ہوا خوف کبھی کبھی بہت بہادر بنا دیتا ہے مگر اس کی شخصیت کا یہ اختیاری رخ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ مستحکم ہوتا چلا گیا تھا۔ پہلے وہ ہر شخص کو جان بوجھ کر شک کی نظر سے دیکھتی تھی پھر ہر شخص ہی اسے برا لگنے لگا لیکن یہاں سے ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ مردوں سے خار کھاتی رہی تھی۔ اب عورتیں

اس سے خار کھانے لگیں۔ اس روز اس نے پروین کو کہتے سنا۔

"شکر ہے میں نے تو اسے کبھی اپنے گھر گھسنے نہیں دیا۔ تم بھی کچھ خیال کرو شازیہ بہن! یہ مرد بدبخت تو اچھی شکلوں کے جھانسے میں بہت جلدی آجاتے ہیں۔"

"مرد اچھی شکلوں کے جھانسے میں آتے ہیں۔ زینب کوئی پاگل تھوڑا ہی ہے۔ دیکھ لینا لمبا ہاتھ ہی مارے گی..... ویسے بھی اسے اپنی اچھی شکل کا بڑا غرور ہے۔" یہ جانے کون تھی۔

"ہاں تو ٹھیک ہے ناں آپا! ذرا سی اچھی شکل ہو تو لڑکیاں اتراتے نہیں تھکتیں۔ زینب تو پھر بہت خوب صورت ہے میں تو کہتی ہوں اتنا غرور اس کا حق ہے۔" وہ آواز پہچان گئی تھی یہ شازیہ ہی تھی۔

زینب کا دل چاہا' خوب ہی قہقہے لگائے لوگ کتنی سرعت سے اندازے لگالیتی ہیں۔ اسے اپنی شکل سے کتنی اکتاہٹ تھی کوئی اس سے پوچھتا۔ یہ شکل ہی تو اس کی جان کی دشمن بن گئی تھی یا شاید اس کا عورت ہونا اس کا سب سے بڑا منفی پہلو تھا۔ ہو سکتا ہے وہ مرد ہوتی تو مسائل اتنے نہ ہوتے۔

شکل وصورت کی حیثیت ہی کیا ہے؟ یوں بھی ہوس کبھی حسن پرست نہیں ہوتی۔

زینب غفار نے آج چند منٹوں میں اپنی زندگی سوچ لی تھی اور دل اتنا بوجھل ہو چکا تھا کہ بس حد نہیں۔ انسان ہو گیا ہے۔ دنیا والے اسے کیا بنا دیتے ہیں۔ زینب کو آج پھر اپنی زندگی کے اس سیٹ اپ پر افسوس ہوا تھا مگر آج وہ خود پر ترس نہیں کھا رہی تھی اسے خود پر غصہ آرہا تھا کہ بہرحال اس نے اپنے تعصب کی وجہ سے ایک اچھے انسان کا دل دکھا دیا تھا۔

آسمان سے بوندیں برسنا شروع ہو چکی تھیں۔ وہ خاموشی سے گھر میں داخل ہوئی اور دروازہ بند کر دیا جبکہ اسے گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر حسنات گلی کے کنارے سے واپس مڑ گیا تھا۔

✡ ✡ ✡

یہ بارش اپنی جھولی میں سردی سمیٹ لائی تھی۔

بلال اور باسط نے فیکٹری اور کالج سے اس غیر متوقع چھٹی کی خوشی میں باغ کی سیر کا پلان بنالیا۔ اب یہ تو پتا نہیں کہ ان کی خوشی زیادہ تھی یا تائی ہاجرہ کا اصرار جو حسنات کی جانب سے اب مستقل ہی مایوسی کا شکار ہوئے جا رہی تھیں۔ مہمان داری کی مد میں اٹھنے والے اخراجات تو تھے سو تھے۔ اسلام آباد تک ہفتے میں ایک بار کی جانے والی ٹیلی فون کالز کا کھاتہ الگ سے تیار پڑا تھا جو حسنات کی اماں سے تعلقات ہموار کرنے کی غرض سے بڑی باقاعدگی سے کی جارہی تھیں۔

چلو اخراجات کی بھی خیر ہے کہ بیٹی کے اچھے مستقبل کے لیے کیا نہیں کرنا پڑتا مگر یہ کوششیں بار آور ہوتی بھی تو دکھائی دیں۔ حسنات اور اس کی ماں نے تو اب تک ہلکا سا اشارہ بھی نہیں دیا تھا۔ بس ایک ہی خدشہ تھا کہیں زینب بدبخت کا ٹوکن نہ لگ جائے۔ ایک تو یہ کہ اس سے خون کا رشتہ تھا' دوسرا چڑیل کی شکل وصورت بھی اچھی خاصی تھی اس لیے خطرہ کچھ ایسا بے جا بھی نہ تھا مگر اپنی طرف سے وہ ہر کوشش ہی کر چکی تھیں جن میں سب سے اہم جہیز کی شکل میں دیے جانے وہ اسباب تھے جن کا ذکر وہ باتوں ہی باتوں میں اتنی تفصیل سے کھینچ چکی تھیں کہ انہیں یقین تھا حسنات کی اماں' زارا کے علاوہ کسی اور کو اپنی بہو چن ہی نہیں سکتیں تب ہی اپنی ہر طرح کی مایوسی کے باوجود انہوں نے زارا کو ایسی چالاکو اور گھنی ساس سے نمٹنے کی تربیت دینا شروع کر دی تھی دوسری جانب زارا صاحبہ کو ایسا کوئی خدشہ لاحق نہ تھا بلکہ وہ تو دل کھول کر ان کے خدشات پر ہنسا کرتی تھی۔

اسے یقین تھا وہ معدے کے راستے سے ہوتی ہوئی حسنات کے دل تک پہنچ چکی ہے۔ جبکہ تائی ہاجرہ بھی زارا کے جتنی خوش گمان ہوتیں تو شاید اطمینان سے ہو جاتیں مگر مسئلہ تو یہی تھا کہ انہیں زارا کی کارکردگی پر کچھ خاص بھروسا نہ تھا کبھی تو خود یوں ہلکان ہوتی پھر رہی تھیں لہٰذا آج کی سیر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی قرار پائی تھی۔

لیکن عین وقت پر بلال کے دوستوں نے سارا پلان برباد کر دیا۔ وہ لوگ پہلے سے ہی اس واحد پکنک اسپاٹ پر قبضہ جمائے بیٹھے تھے اور صرف اطلاع دینے آگئے تھے تائی ہاجرہ خوب ہی بھڑکیں مگر اب کیا ہو سکتا تھا اقلیت حکمران بھی ہو تو اکثریت کے معاملے میں دب جاتی ہے۔ لہٰذا خواتین کو گھر پر قیام کرنا پڑا جبکہ لڑکوں کے مزے ہو گئے۔

باسط اپنے دوستوں کو بھی بلا لایا۔ پہلے تو باغ کے پاس والے اس خالی میدان میں کیچڑ میں لت پت ہوتے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زبردست سافٹ بال میچ ہوا اس کے بعد سب لوگ دو
ں میں تبدیل ہو کر اپنے اپنے راستوں کو ہو لیے۔
باسط کے دوستوں کی ٹولی تھی جبکہ دوسری بلال کے
وں کی حسنات بھی ان ہی کے ہمراہ تھا مگر برا کیا اس نے
ریت سے بچنے کی غرض سے ان کے ساتھ ہو لیا۔ بات
ابا نے کہاں سے شروع ہوئی تھی لیکن رکی اس پر آکر
ی۔

"اب یہ حسنات کو ہی دیکھ لو۔ غم غلط کرنے ہی سہی مگر
بڑے شہر سے چھوٹے شہر میں آیا تو ہے....." حسنات
ٹ سے کوک اوپنر نکال کر ادھر آیا تو نبیل کہہ رہا تھا۔
"ایک منٹ' ایک منٹ....." حسنات نے تعجب سے
ایک ایک کی شکل دیکھی۔
"میرا یہاں کیا ذکر..... اور کون سا غم؟"
"کچھ نہیں یار!" بلال نے فوراً" دخل دیا۔
"ہم لوگ بات کر رہے تھے کہ آجکل ہر دوسرا شخص
سے باہر جا کر کمانے کے بارے میں کیوں سوچ رہا ہے؟
عارف کا خیال ہے کیونکہ آج کا انسان جلد از جلد ترقی کرنا
ر پیسہ کمانا چاہتا ہے اور یہ دونوں مواقع ملک سے باہر جا کر
ل سکتے ہیں ٹھیک ویسے ہی جیسے چھوٹے شہروں کے
باسی بڑے شہروں میں جانا چاہتے ہیں کیونکہ بڑے شہروں
میں آگے بڑھنے کے چانسز زیادہ ہوتے ہیں۔"
"تو حسنات کیا پاگل ہے جو یہاں آگیا؟" قیصر نے لقمہ
دیا۔
"نہیں پاگل تو نہیں ہے لیکن جب چوٹ لگتی ہے تو
انسان سکون کے لیے چھوٹے شہروں کی طرف بھاگتا ہے
جہاں کچھ اور ہو یا نہ ہو سکون ضرور ہوتا ہے۔" عارف نے
کہا۔
"کون سی چوٹ؟" حسنات جھنجلایا جواباً" ایک معنی خیز
قہقہہ گونجا تھا۔
"چلو' چلو ہمیں سب خبر ہے۔" وہ ہنسا "تمہاری شکل اور
حلیہ چاہیے مجنوں جیسا نہ ہو مگر حرکات بالکل ویسی ہی ہیں
ورنہ واقعی کیا تم پاگل ہو جو یہاں آگئے؟"
"اور کیا؟" عارف نے بھی زور دیا تھا۔ "چلو چھوڑو یار!
جو گزر گیا سو گزر گیا زندگی رہی تو تمہیں اس سے کہیں زیادہ
اچھی لڑکی مل جائے گی۔" انہوں نے شرارت بھرے لہجے
میں تسلی دی۔ حسنات کو ہنسی آگئی۔
"میں کچھ بھی کہوں یقین تو آپ لوگ نہیں کریں گے
کیونکہ اس متعلق آپ لوگ پہلے ہی اپنی طرف سے کافی
کچھ سوچ چکے ہیں۔ اس لیے کچھ بھی کہنے کا کوئی فائدہ
نہیں۔" وہ کوک کھول کر اٹھ کھڑا ہوا۔
"کدھر؟" بلال نے پوچھا۔
"تم لوگ باتیں کرو میں اس طرف ہوں۔" اس نے
ایک طرف اشارہ کیا تھا۔
"او بھائی! جو ملا نہیں اس کی یاد میں آنسو بہانے سے کیا
فائدہ؟" اسے اپنے پیچھے جناتی قہقہے سنائی دیے تھے۔
اس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی مگر وہ رکا نہیں۔ اسے
انہیں قائل نہیں کرنا تھا۔ اچھا ہی تھا جو وہ لوگ اس کے
بارے میں اندازے لگائے بیٹھے تھے ورنہ وہ انہیں کس
طرح بتاتا کہ اس نے اپنا گھر' اپنا شہر کسی لڑکی کی وجہ سے
نہیں بلکہ اپنے ابا کی وجہ سے چھوڑا تھا۔

☼ ☼ ☼

حسنات علی کو اپنے ابا کبھی اچھے نہیں لگے۔
یا شاید اچھا یا برا لگنا تو بہت ہی معمولی باتیں ہیں۔
درحقیقت تو وہ ان سے نفرت کرتا تھا۔ سننے میں عجیب لگتا
ہے نا مگر صرف عجیب لگنے کی وجہ سے حقائق بدلے تو
نہیں جا سکتے۔
گو کہ حسنات نے کبھی خود سے بھی اس حقیقت کا
اعتراف نہیں کیا تھا کیونکہ یہ اعتراف بھی بہرحال اس کے
لیے باعثِ تکلیف ہوتا لیکن وہ یہ مانتا تھا کہ اس کے دل
میں ان کے لیے رتی بھر بھی احترام نہیں ہے۔
"کیوں؟ میں اپنے ابو کا احترام کیوں نہیں کر سکتا؟"
درختوں کے سائے سائے نم روش پر چلتے ہوئے
اچانک رک کر اس نے خود سے سوال کیا تھا اور الجھا تھا۔
وہ روش کے کنارے گھاس پر بچھی چٹائی پر چت لیٹ
گیا۔ درختوں کے پتوں سے جھانکتا آسمان بادلوں کی قید
سے آزاد ہونے لگا تھا اور قمریوں کے غول اڑتے دکھائی
دے رہے تھے۔
اس نے سر کے نیچے ہتھیلیوں کا تکیہ رکھا اور اپنی
گزری ہوئی زندگی کے اوراق میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ
حصے پڑھنے لگا جو اس کے خیال میں اس کی ابو سے دوری کا
سبب بنے تھے۔
گو اپنی محبت و اپنائیت کا احساس تو ابو نے اسے تو کیا اپنی
کسی اولاد کو بھی نہیں دیا۔ وہ اپنے دور کے اچھے خاصے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ صاحب حیثیت بھی یوں تھے کہ دادا کے ترکے میں چھوڑی ہوئی زمینوں کی آمدنی اچھی خاصی تھی۔ اس کے علاوہ وہ خود ریلوے میں بڑی اچھی پوسٹ پر فائز تھے مگر ان سب باتوں کے باوجود اس نے اماں جی کو ہمیشہ ہی گھر کے اخراجات کے لیے پریشان اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہی پایا تھا۔

جبکہ ابو کے انداز میں ہمیشہ ہی ایک سرد مہری اور لاتعلقی جھلکتی تھی۔ حسنات کو ان پر بے حد و حساب غصہ آتا اس کا دل چاہتا تھا وہ جلد از جلد اتنا بڑا ہو جائے کہ اماں جی کو بہت ڈھیر سارے روپے کما کر دینے لگے۔

یہ تو حسنات کو بہت بعد میں پتا چلا کہ اماں جی کی آنکھوں میں چھایا رہنے والا ہراس صرف مالی حالات کی ناگفتہ بہ صورتحال کے مرہون منت نہیں بلکہ اس پریشانی اور خوف کی اصل وجہ ابا کی وہ بیماری تھی جسے حسنات علی نے کبھی بیماری تسلیم کیا ہی نہیں۔

اپنے ابا کے متعلق انہیں کڑوے سچ کو اسے ساری زندگی خاموشی سے سہنا تھا کہ اس کے ابا کم عمر بچیوں کو ہراساں کر کے کوئی تسکین محسوس کرتے تھے۔

پہلی بار جب اس نے یہ بات محسوس کی تو کو کہ وہ پہلی بار نہ تھا اس سے پہلے بھی وہ کئی بار کھٹک چکا تھا لیکن الفاظ کے ہیر پھیر سے کوسوں دور تھا۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ہم جو محسوس کرتے ہیں۔ اسے الفاظ میں نہیں ڈھال پاتے۔

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت کچھ واضح ہوتا چلا گیا اور سچ تو یہ ہے کہ اس وضاحت کے ساتھ ساتھ اس کی ذہنی الجھنوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس روز ابا کام والی ماسی کی آٹھ سال کی بیٹی کو اپنے پاس بٹھائے آم کھلا رہے تھے مگر ان کا ہاتھ جس انداز سے اس بچی کی کمر اور گردن پر حرکت کر رہا تھا' اسے دیکھ کر حسنات کا خون کھول اٹھا۔ گو کہ وہ ہاتھ اس کا تھا نہ ہی وہ جسم لیکن حسنات نے اس بچی کی الجھن اور خوف کو بڑی شدت سے محسوس کیا تھا اور گو کہ یہ کوئی پہلی بار نہیں تھا۔ ابا کی اس بظاہر معمولی سی حرکت کو وہ پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا' کبھی زاشی کی کوئی سہیلی تو یا کبھی کبھار آنے والی کوئی رشتہ دار بچی۔

اس نے ننھو کو بہانے سے وہاں سے اٹھا دیا مگر اس روز اس نے محض ابا کی نفسیات کے اس پہلو تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اس نے خود بھی کوئی ایسا ہی تجربہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ نہیں کر پایا اس کا سارا جسم کانپنے لگا تھا اور وہ ڈر کر گھر بھاگ آیا تھا۔

قاری صاحب کہا کرتے تھے جب انسان ا... بھی کوئی غلط کام کرنے لگتا ہے ناں۔ تو اس کا... روکنا شروع کر دیتا ہے اور انسان آٹومیٹکلی ... ہے کہ یہ کام غلط ہے۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے ... جانے کے باوجود بھی وہ اس غلط کام کو انجام دیتا ہے...

اس واقعے کے بعد ابا سے اس کی ظاہری لاتعلقی ... اضافہ ہوا تھا۔

وقت گزرتا رہا اور الجھنوں میں اضافہ کرتا رہا۔

شفاعت بھائی نے ایک روز دبے لفظوں میں کہا تھا ... "ابا نفسیاتی مریض ہیں۔" حسنات چن چن کر نفسیات ... کتابیں پڑھنے لگا۔ بس کہیں سے کوئی کنجی مل جائے ... جائے کہ ان کی ان حرکتوں کی اصل وجہ کیا ہے؟

"بچپن میں جو گیپ رہ جائے یا زندگی میں جو نا آسو... اس حد تک حائل رہے کہ انسان کوشش کے باوجود ... satisfaction حاصل نہ کر پا رہا ہو تو پھر اطمینان خوشی ... آسودگی حاصل کرنے کے لیے ایسا راستہ اختیار کر لیتا ہے ... جس سے اسے خود تو قلبی و جسمانی خوشی حاصل ہوتی ... مگر دیکھنے والوں کو وہ کام غلط لگ رہے ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہارے دوست کے ابا کا یہی مسئلہ ہو۔"

عارج نفسیات کا اسٹوڈنٹ تھا اس روز کالج میں حسنات نے گھما پھرا کر پوچھا تھا جس کے جواب میں اس نے یہ کہا تھا۔

"اس کا کوئی حل بھی تو ہو گا؟" حسنات نے کہا۔

"ہاں ہے ناں کاؤنسلنگ۔۔۔" (counselling) جارج نے ترنت جواب دیا۔

"جانتے ہو نفسیات میں بگاڑ کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ دن بدن جنریشن گیپ بڑھ رہا ہے۔ آج کل کے پیرنٹس کے پاس بچوں سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں ہے۔ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ادھوری ڈکشنری کے ٹھکے انجوائے کر لیں گے۔ مگر یہ نہیں کہیں گے بیٹا! اپنے ذہن کو گندے خیالات سے بچاؤ کیونکہ انہیں شرم آجاتی ہے کہ جی اس قسم کے موضوعات بچوں سے کیسے ڈسکس کریں اولاد اور ماں باپ کے درمیان جھجک کا رشتہ قائم رہنا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ اگر تم غور کرو تو بلوغت کی عمر کی طرف بڑھتے ہوئے لڑکوں کی آنکھوں میں ایک مخصوص سی چمک اور بے باکی

ں آجاتی ہے وہ ہر کسی خصوصاً" صنفِ مخالف کی طرف اس طرح دیکھ رہے ہوتے ہیں جیسے ایکسرے کر رہے ہیں۔

یہی وہ صحیح عمر ہوتی ہے جب بچوں کو کاؤنسلنگ کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں بتانا پڑتا ہے کہ ان کا دیکھنے کا یہ انداز غلط ہے..... نفسیات کہتی ہے ..."

"گولی مارو نفسیات کو..... اس کے متعلق تو بڑے ہی واضح احکامات قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔" حافظ ارشد جو ان سے کچھ فاصلے پر نوٹس میں سر دیے بیٹھا تھا ایک دم سے بولا۔

"اچھا جی..... تو مولوی صاحب! ذرا وضاحت بھی فرما دیجیے۔" عارج نے مسکرا کر کہا تھا۔ ارشد کھسک کر ان کے قریب آگیا۔

"دیکھو یار! مجھے بھی کچھ زیادہ تو علم نہیں ہے مگر میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ اسلام میں عورتوں کے ساتھ ساتھ مردوں کے لیے بھی بڑے واضح احکامات موجود ہیں خصوصاً" سورۃ نور اور سورۃ احزاب میں یہ ساری باتیں بہت تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ آج کے مسلمان کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ پیدائشی مسلمان ہو کر سمجھتا ہے بس وہ مومن بھی ہو گیا حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔

سورۃ نور کی آیت نمبر 30 میں سب سے پہلے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

"یعنی مسلمان مردوں سے کہو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔"

کیونکہ بگاڑ ان آنکھوں سے ہی تو شروع ہوتا ہے۔ ایک بات طے شدہ ہے کہ صنفِ مخالف کی طرف دل کھنچتا ہی کھنچتا ہے اور یہ کوئی اتنی ان نیچرل بات نہیں کیونکہ عورت کو خدا نے مرد کی پسلی — سے پیدا کیا ہے اور انسانی وجود لاشعوری طور پر اپنے اسی گمشدہ حصے کی تلاش میں ہوتا ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ انسان پاگلوں کی طرح اسی تلاش میں سرگرداں ہو جائے۔ ایک جذبہ جو بالکل نیچرل ہوتا ہے اسے شیطان کے وسوسوں نے کسی حد تک ان نیچرل کر دیا ہے اب یہ تو ہماری ذمہ داری ہے نا کہ ہم اپنی آنکھوں اور نفس کی حفاظت کریں۔"

"کمال ہے یار! تم نے تو سارا ملبہ ہم پر ہی ڈال دیا ہے۔" یہ طارق تھا جو پتا نہیں کب ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"حالانکہ زیادہ غلطی اس میں عورتوں کی ہے جب وہ اتنا سج بن کر ہمارے سامنے آئیں گی تو کس بدبخت کو اپنی آنکھوں پر کنٹرول رہے گا؟" ایک قہقہہ ابھرا تھا۔

"میں مانتا ہوں عورتیں بھی غلطی پر ہیں ہمارے معاشرے سے جس تیزی سے حجاب کا رجحان گھٹ رہا ہے وہ بلاشبہ قابلِ گرفت ہے۔ پردے کے احکامات جب جاری کیے گئے ہوں گے تو ظاہر ہے اس کی مصلحت یہی ہو گی کہ معاشرے میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ قیامت کے روز ہم سے ہمارے بارے میں سوال کیا جائے گا نہ کہ ان عورتوں کے بارے میں جن کے سجنے سنورنے کی تم بات کر رہے ہو۔"

"اب تو اتنی بے پردگی ہو گئی ہے یار! انسان کب تک اپنی نظریں جھکا کر پھرے۔ بندہ بشر ہیں غلطی سے بھی نظر پڑ سکتی ہے۔" حمید کو فکر ہوئی۔

"غلطی سے پڑنے والی نظر کی پکڑ نہیں ہے نہ ہی قیامت کے دن اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا لیکن اس کے بعد دوسری نظر شیطان کی ہوتی ہے۔"

"کہاں کی سنا رہے ہیں حافظ صاحب! بہت زیادہ نہ سہی مگر کچھ نہ کچھ تو ہمیں بھی مذہب کی خبر ہے اور میں اچھی طرح جانتا ہوں اسلام میں اتنی سختی نہیں ہے جتنی آپ کہہ رہے ہیں..... اچھی خاصی گنجائش ہے۔"

"واقعی اسلام میں سختی نہیں ہے دنیا کے تمام مذاہب میں سے سب سے زیادہ سہل دین اسلام ہے۔ لیکن اسلام کی دی ہوئی گنجائش کو ہم سب نے اپنے اپنے مطالب میں ڈھال لیا ہے جہاں ہم کو خود پر جبر کرنا پڑتا ہے ہم بلبلا اٹھتے ہیں۔ کہ جی اسلام میں یہ ہے اور وہ نہیں..... وہ ہے اور یہ نہیں۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 35 میں اپنے نفس کی نگہبانی کرنے والے مردوں اور اپنے نفس کی نگہبانی کرنے والی عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے وسیع مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت دی ہے۔ سبحان اللہ کیا اس کے بعد بھی کسی چیز کی گنجائش رہ جاتی ہے۔"

"واقعی نظریں جھکا کر رکھنا بھی تو اپنے نفس کی حفاظت کرنا ہی ہے۔" حسنات نے کہا۔

"اچھا یارو! میری تو کلاس شروع ہونے والی ہے۔ میں چلتا ہوں ویسے بھی مجھے خطرہ پڑ گیا ہے کہیں مسلمان نہ ہو جاؤں۔" طارق شرافت سے کہتا چل دیا۔ ان سب کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چہروں پر واضح مسکراہٹیں ابھری تھیں۔

"معاف کرنا یار! ادھر بیٹھا میں تم لوگوں کی ساری باتیں سن چکا ہوں۔" ارشد نے قدرے ترحم ساری سے کہا۔

"مذہب سے دوری بہت بڑے بگاڑ پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہے تم اپنے جس دوست کے والد کا ذکر کر رہے ہو ان کا یہی مسئلہ ہے اور عارج نے یہ بالکل ٹھیک کہا کہ انہیں کاؤنسلنگ کی ضرورت ہے اب یہ کاؤنسلنگ کوئی کاؤنسلر بھی کر سکتا ہے اور کوئی مدرس بھی.... لیکن اگر تمہارا دوست سارے مسائل سے آگاہ ہے تو اس سے کہو وہ خود ہی بات کرے۔"

"ناممکن....." حسنات نے مایوسی سے کہا۔ "انسان کتنا بھی عقل مند کیوں نہ ہو وہ اپنے سے بڑے عمر کے انسان کی بات تو سن لے گا اور اس پر غور بھی کرے گا لیکن چھوٹے کی بات کو کسی قیمت پر اہمیت نہیں دے گا۔"

"کوشش تو ضرور کرنا چاہیے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر اس بات کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روک دے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اپنے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کی کمزور ترین علامت ہے۔" اس حدیث کو ضرور اپنے دوست کو سنانا تاکہ کوشش نہ کر کے اسے ضمیر کی ملامت نہ سہنا پڑے۔ کوشش کامیاب ہو یا نہیں یہ تو اللہ کی مرضی..... مگر وہ تو اپنی ذمہ داری پوری کر لے۔"

بات حسنات کی سمجھ میں آ گئی تھی تب ہی اس نے بڑی ہمت کر کے ابا سے بات کی۔ ابا کا ایک ہی تھپڑ اسے خاموش کروا گیا تھا۔

بیس سال کی عمر میں حسنات علی اپنے کمرے میں بند ہو کر خوب رویا۔ اپنے ابا کی اس بے حسی پر یا اس تھپڑ پر؟ اسے خود بھی علم نہیں تھا۔

"میں نے کہا تھا نا حسنات! وہ نفسیاتی مریض ہیں۔" شفاعت بھیا اسے سمجھانے آئے تھے۔

"ابو نفسیاتی مریض نہیں ہیں شفاعت بھائی! وہ گناہ گار بھی ہیں اور مجرم بھی۔ اور یہ نفسیاتی مریض کیا ہوتا ہے؟ میں ایسی کسی چیز کو سرے سے مانتا ہی نہیں ہوں، دراصل جب ہمیں اپنے کسی قریبی عزیز کو بہت بڑی بے عزتی سے بچانا ہوتا ہے تو ہم اسے نفسیاتی مریض کہہ کر اس کی حرکتوں سے چشم پوشی اختیار کر لیتے ہیں۔"

"مجھے تو تم خود بھی سائیکک لگنے لگے ہو۔ اس طرح جلنے کڑھنے سے بھی مسائل حل نہیں ہوتے۔ اس طرح سے تو تم بس اپنی زندگی ہی مشکل بنا رہے ہو۔" وہ یہ کہتے باہر نکل گئے۔

حسنات نے سوچا واقعی اسے اپنی زندگی جینا چاہیے۔ اپنی طرف سے اس نے یہ چیپٹر ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ اب اس کی ساری توجہ اپنی شخصیت نکھارنے کی طرف تھی، وہ اپنے ابا کا بیٹا ضرور تھا مگر ان جیسا بننا یا ان جیسا کہلوایا جانا نہیں چاہتا تھا مگر اس وقت وہ منہ کے بل گرا جب عافیہ خالہ نے عفیفہ سے اس کے رشتے سے انکار کر دیا۔

جب اماں جی نے اسے خالہ کے انکار کے متعلق بتایا تو اسے اتنا بھی دھچکا نہیں لگا، البتہ حیرت ضرور ہوئی تھی کیونکہ عفیفہ اپنی بہنوں میں سب سے کم شکل گردانی جاتی تھی اور اکثر ہی سننے میں آیا تھا کہ عافیہ خالہ اس کے لیے بہت فکر مند رہتی ہیں۔

یہ نہیں تھا کہ اسے عفیفہ سے کوئی افلاطونی قسم کی محبت ہو گئی تھی یا اپنی اچھائی کی دھاک ہر ایک پر بٹھانا مقصود تھا۔ عفیفہ کا نام لینے کی بنیادی وجہ صرف ایک ہی تھی اور وہ وجہ تھی "زینب" اماں جی اس کی شادی کے ذکر کے ساتھ ساتھ اتنی باقاعدگی سے زینب کا نام لے رہی تھیں کہ حسنات کو یہی مناسب لگا، وہ عفیفہ کا نام لے دے۔ ٹھیک ہے وہ خوب صورت نہیں تھی مگر بدصورت بھی تو نہیں تھی اور حسنات جانتا تھا اچھی زندگی گزارنے کے لیے شریکِ حیات کا صرف خوب صورت ہونا ہی ضروری نہیں ہے۔ کچھ چیزیں شکل سے بہرحال زیادہ اہم ہوتی ہیں۔

عفیفہ اچھے مزاج کی سلجھی ہوئی لڑکی تھی۔ ایک بالکل انجان لڑکی کے لیے ہامی بھرنے سے بہتر اسے یہی لگا کہ عفیفہ کا نام لے دیا جائے لیکن خالہ نے کہا تھا کہ آج کل جہاں عفیفہ کے رشتے کی بات چل رہی ہے وہ لوگ چند روز تک اس رشتے کو فائنل کر دیں گے۔

اس روز بارہ ربیع الاول کے ختم شریف کے چاول دینے وہ عفیفہ خالہ کی طرف گیا تھا۔ مین گیٹ کھلا ہوا تھا اس لیے وہ بنا اطلاعی گھنٹی بجائے گھر میں داخل ہو گیا تھا۔ گھر میں شاید کوئی موجود نہیں تھا اس لیے اچھا خاصا سناٹا محسوس ہو رہا تھا مگر اس طرح سے گیٹ کھلا چھوڑ کر سب افراد تو نہیں جا سکتے۔ اس لیے وہ ادھر ادھر کسی کو تلاش کرتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آگے بڑھتا رہا۔

ایک کمرے سے کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ حسنات تیز تیز قدم اٹھاتا اس طرف آگیا کہ اسے ابھی کچھ اور جگہوں پر بھی جانا تھا مگر اپنا نام سن کر وہ ٹھٹھک کر رُک گیا تھا۔

"اس طرح سے اگر آپ ہر رشتے کے لیے انکار کرتی رہیں تو بس ہو چکی عفیفہ کی شادی..... کیا برائی تھی حسنات میں جو آپ نے انکار کر دیا اور صرف انکار ہی نہیں کیا' جھوٹ بھی بول دیا کہ عفیفہ کی بات کہیں اور چل رہی ہے۔ پتا نہیں آپ عفیفہ کے لیے کس شہزادے کی منتظر ہیں؟"

گو کہ عافیہ خالہ کے گھر آنا جانا بے حد کم تھا مگر وہ پہچان ہی گیا یہ شگفتہ تھی۔ خالہ جان کی سب سے بڑی بیٹی۔

"بے شک شہزادے کا انتظار نہیں کر رہی مگر میری بیٹی مجھ پر اتنی بھی بھاری نہیں ہے کہ اسے کسی سے بھی بیاہ دوں۔" خالہ کی نخوت و بے زاری سے بھرپور آواز اسے سنائی دی تھی۔

"کیوں..... حسنات میں اب کیا برائی نظر آگئی؟"

"شادی بیاہ کی باتوں میں صرف لڑکے کی شکل اور کمائی نہیں دیکھی جاتی کچھ اور باتیں بھی ہوتی ہیں جو دیکھنا پڑتی ہیں۔ عبدالعلی بھائی کا تو تمہیں پتا ہی ہے خیر سے سارے خاندان میں کتنے قصے مشہور ہیں۔

تم لوگ ہمیشہ ہی پوچھا کرتے ہو نا کہ تمہاری بڑی خالہ سے ہمارے ویسے تعلقات کیوں نہیں ہیں جیسے تمہاری باقی خالاؤں سے ہیں تو اس کی وجہ بھی عبدالعلی بھائی ہی تھے۔ ہمیں بہن کا گھر بچانے کے علاوہ اپنے گھر بھی تو آباد رکھنا تھے تب ہی سب بہنوں نے خاموشی سے یہ فیصلہ کیا کہ خدیجہ آپا سے دل پر پتھر رکھ کر قطع تعلقی اختیار کر لی جائے۔ حسنات بھی تو عبدالعلی بھائی کا ہی بیٹا ہے وہ بھی ان سے مختلف تو نہیں ہو گا۔" حسنات کا سارا فخر و غرور منٹوں میں زمین بوس ہو گیا تھا۔

"میں نہیں چاہتی کہ کل کو اپنے بہنوئی کی بری عادات کی وجہ سے میری بیٹیاں بھی آپس میں قطع تعلقی اختیار کریں یا میری بیٹی اپنے شوہر کی وجہ سے ویسی ہی شرم ساری محسوس کرے جیسی میری بڑی بہن کرتی رہی ہے۔ خدیجہ آپا بے چاری نے خود بھی اسی لیے خاندان میں کہیں بھی آنا جانا ختم کر دیا تھا کہ نہ کسی سے ملیں گی نہ کسی کی بات سننا پڑے گی۔ مگر بھائی صاحب کے بعد عرفان نے بھی وہی روش اختیار کی ہم کچھ بھی کہہ لیں مگر خون کا اثر تو نہیں بدلا جا سکتا۔

سنا ہی ہے کہ دو بیٹیوں کی پیدائش کے بعد سے عرفان میں تبدیلی آئی ہے مگر کیا کہا جا سکتا ہے۔ بھائی صاحب کا تو یہ حال تھا کہ سالیوں کو تو کیا بخشتے اپنی فضول فطرت کے ہاتھوں سگی بہن کے گھر کی پروا بھی نہیں کی اور اس کی نند کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ بھی اسی کے گھر میں۔ ساجد کے میاں نے دیکھ لیا۔ خدا کی قسم اتنا فساد ہوا کہ کیا بتاؤں بے چاری سارہ کو تو طلاق ہوتے ہوتے رہ گئی تھی اس کے میاں نے شرط رکھ دی تھی کہ یا مجھے چھوڑ دو یا بھائی کو۔

اب وہ بے چاری تو بری پھنسی کس منہ سے کہتی کہ غلطی بھائی کی ہے مگر اپنا گھر تو بچانا ہی تھا سو میاں کی شرط مان کر بھائی سے الگ ہو گئی۔

وہ چپ چاپ وہاں سے پلٹ آیا۔

چھ سال پہلے وہ ابو سے تھپڑ کھا کر رویا تھا۔ چھ سال بعد اس کا دل چاہ رہا تھا خالہ کے اس تھپڑ پر اسی طرح روئے۔

یہ چھ سال کہاں برباد کر دیے اس نے؟

حالانکہ ہر مقام پر اتنا پھونک پھونک کر قدم رکھے تھے جب اس کے ہم عمر انجوائے منٹ کے نام پر الٹی سیدھی دلچسپیوں میں گم رہتے تھے تب اس نے اپنے نفس کی کتنی حفاظت کی تھی کیونکہ یہ اس کے خدا کا حکم تھا اور جب وہ یہ سمجھنے لگا کہ اس کی شخصیت اتنی مکمل ہو چکی ہے کہ اس کی مثال دی جانے لگے تو خالہ کی باتوں نے اسے منہ کے بل گرا دیا تھا۔

گویا وہ جتنی بھی احتیاط سے کام لے لے۔ اس کی انفرادی شخصیت کی اچھائیاں بے معنی ہی رہیں گی اور لوگ ابا کی فطرت کی برائیاں اس سے منسوب کرتے ہی رہیں گے۔

یہی وہ دن تھے جب بحیدہ دل گرفتی کے عالم میں اس نے ٹرانسفر کی درخواست دے دی تھی۔ اس کا خیال تھا کچھ عرصہ اپنے گھر والوں اور خصوصاً" ابا سے دور رہے گا تو خود ہی ٹھیک ہو جائے گا لیکن ماجد چچو کے گھر قیام کرنے سے اسی لیے بدک رہا تھا کہ جانتا تھا ابا کے کارناموں کی بدولت وہاں بھی اسے ان ہی کی فطرت کے کلیے سے پرکھا جائے گا جبکہ خود کو ان کے حوالے کے بغیر منوائے جانے کی خواہش چوٹ کھا لینے کے باوجود اتنا زور پکڑ چکی تھی کہ...

"حسنات.....!" اسے لگا کوئی بہت دور سے اسے پکار رہا

ہے۔ آنکھیں کھول کر اس نے دیکھا بلال پر دوڑا چلا آرہا تھا۔

"ساجدہ چاچی کی طبیعت اچانک بہت خراب ہوگئی ہے۔ انہیں ہسپتال لے کر جانا پڑے گا' جلدی چلو۔"

بلال نے بلند آواز اور گھبرائے ہوئے انداز میں کچھ فاصلے سے بتایا اور وہیں سے پلٹ گیا۔ حسنات پریشانی سے اس کے پیچھے تقریباً بھاگنے لگا تھا۔ مگر اسی پل کب سے رُکی ہوئی بارش ایک دم سے از سرنو شروع ہوگئی تھی۔

✲ ✲ ✲

دروازے سے چند قدم آگے وہ کسی چیز سے الجھ کر گرتے گرتے بچا تھا۔

دیوار کا سہارا لے کر سنبھلتے ہوئے اس نے اس اسٹیل کے گلاس کو دیکھا جو اس کے پیر کی ٹھوکر سے لڑھکتا ہوا دور چلا گیا تھا بے تحاشا سناٹے میں گلاس کا شور بری طرح گونجا پھر خاموشی چھا گئی بالکل ویسی ہی خاموشی جیسے پچھلے چار دنوں سے تعزیت کے لیے آنے والوں کے باوجود مستقل ہی اس گھر کے در و دیوار سے لپٹی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ پھپھو کے انتقال کا یہ پانچواں دن تھا۔

زاشی صحن میں بکھرے جھوٹے برتن سمیٹتی پھر رہی تھی چند لمحے کے لیے رُک کر اس کی جانب دیکھا پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

حسنات وہیں کھڑا ادھر اُدھر دیکھتا رہا پھر زاشی کو مخاطب کیا۔

"اماں جی کہاں ہیں؟"

"ابھی ابھی اندر جا کر لیٹی ہیں۔" زاشی جھاڑو اٹھاتے ہوئے بولی۔

"اور..." وہ جھجکا۔ "اور زینب؟"

"وہ بھی اندر ہی ہیں۔" وہ جلدی جلدی جھاڑو پھیرنے لگی۔ حسنات نے جھاڑو کے آگے سمٹتے کچرے کو دیکھا پھر کمرے کی طرف بڑھ گیا دستک کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اندر سے سسکیوں کی بڑی واضح آواز سنائی دی بالکل بے ساختہ ہی وہ اندر داخل ہوگیا تھا۔ اماں جی کے کندھے سے لگی زینب بری طرح سسک رہی تھی۔

حسنات نے وہ دکھ از سر نو محسوس کیا جو اس پر گزر چکا تھا اماں جی اسے اپنے ساتھ لگائے تھپکتے ہوئے تسلی دے رہی تھیں۔

"کیا ہوا؟" پتا نہیں کیسے اس کی زبان سے پھسل گیا جواباً اماں جی نے اسے جیسی نظروں سے دیکھا' وہ اسے بری طرح شرمندہ کر گئی تھیں۔ زینب نے دوپٹہ ٹھیک سے نہیں اوڑھا ہوا تھا۔ یک دم سیدھی ہو کر وہ دوپٹہ اوڑھنے لگی۔ حسنات نے بے حد شرمندگی سے رخ ہی موڑ لیا۔

"وہ میں یہ بتانے آیا تھا۔ کاشی کو انجیکشن لگا ہے مگر وہ ضد کر رہا تھا اس لیے میں اسے باہر بچوں کے ساتھ چھوڑ آیا ہوں۔ کھلی فضا میں رہے گا تو فریش ہو جائے گا۔" وہ کاشی کو ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا تھا جس روز پھپھو کا انتقال ہوا' اس روز سے کاشی کا بخار اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

زینب نے ہراساں ہو کر اسے دیکھا تھا۔

"کاشی کو باہر اکیلا نہیں چھوڑنا تھا۔ بچے اسے بہت مارتے ہیں۔" بے تحاشا رونے کی وجہ سے اس کی آواز بیٹھی ہوئی تھی۔

"نہیں کوئی نہیں مارے گا۔ میں بچوں کو سمجھا کر آیا ہوں۔"

اس نے کہا مگر زینب اس کی بات اَن سُنی کر کے **بعجلت** چپل پہننے لگی۔

"کدھر؟" حسنات نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں کاشی کو لے کر آتی ہوں۔"

"میں بتا تو رہا ہوں۔" اس نے جھنجھلا کر زینب کی طرف دیکھا زینب کے پُرحزن چہرے پر بھیگی ہوئی آنکھیں بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔

حسنات نے سٹپٹا کر نظروں کا رخ بدلا۔

"اس گاؤں کے بچے اپنے ماں باپ کی نہیں سنتے ہماری کہاں مانیں گے۔"

"حسنات لے آتا ہے کاشی کو۔" اماں جی نے کہا مگر زینب تیر کی تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔

"یہ کسی کی نہیں سنتی۔" حسنات گہری سانس بھرتے ہوئے وہ چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔

"اور تم ہر ایک کی سن لیتے ہو۔"

"آپ مجھ پر کیوں غصہ ہو رہی ہیں؟" اس نے کہا۔

"میں نے تو کہا تھا لے آتا ہوں کاشی کو مگر وہ مانی ہی نہیں۔"

"جس ایک معاملے میں تم اس کی مدد کر سکتے ہو وہ تو کرنے پر راضی نہیں' باقی کوئی مدد کر کے کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟" وہ جل کر بولیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حسنات نے سر جھکا لیا' وہ ان کے طنز بخوبی سمجھ رہا تھا۔

"پھر کیا سوچا ہے تم نے؟" اماں جی نے مسلسل خاموشی کو توڑا تھا۔

"اب ٹال مٹول کرنے کی ضرورت نہیں' مجھے صاف صاف جواب دو مہربانی کرکے ورنہ پھر میں ہاجرہ کو ہی ہاں کہے دیتی ہوں۔ اس کی بھی تسلی ہو جائے گی۔" وہ بے زار ہوئی بیٹھی تھیں۔

"کیا کہہ رہی ہیں؟..... ہاجرہ تائی کو کس بات کا جواب دینا ہے اور کیوں؟" وہ حیران ہوا۔

"اب اس بارے میں' میں کیا بتاؤں؟ تم نے ہی کوئی آس دلائی ہوگی تب ہی تو وہ زارا کے لیے مسلسل اصرار کر رہی ہیں۔" حسنات کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا پھر جھنجلا کر بولا۔

"مجھ پر شک مت کریں۔ میں نے کوئی آس واس نہیں دلائی' تائی ہاجرہ خود ہی اور یہ کوئی موقع ہے اس قسم کی باتوں کا۔"

"کوئی تو بات ایسی ہوئی ہوگی جو وہ اتنے وثوق سے بات کر رہی ہیں اور موقع کی تو تم نے خوب کہی انہوں نے تو جنازہ اٹھتے ہی مجھے الگ کمرے میں بلا کر موضوع چھیڑ دیا تھا بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہا کہ تم دونوں کی مرضی اسی میں شامل ہے اور یہ کہ مجھ سے ڈر کر تم نے خود سے بات نہیں کی....."

"اور آپ نے یقین کر لیا؟" اس نے خفگی سے انہیں دیکھا۔

"دیکھو حسنات! خفا مت ہو تمہیں تمہارا گھر تو بسانا ہی ہے۔ سچ پوچھو تو زارا بھی بری نہیں ہے لیکن زینب' زینب ہماری اپنی ہے پھر اس مشکل کی گھڑی میں ہم بھی ہٹ گئے تو کیا فائدہ ایسی رشتہ داری کا..... ویسے بھی تمہارے ابا بھی یہی چاہ رہے ہیں کہ تمہاری اور زینب کی۔"

"مجھے فی الحال شادی ہی نہیں کرنی۔" اس نے بدک کر کہا۔

"نہ زارا سے نہ ہی زینب سے۔ ابا سے کہیں انہیں زینب کی اتنی ہی پروا ہے تو اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔ میرا اس سے شادی کرنا ضروری تو نہیں ہے۔ ماشاء اللہ صاحب حیثیت ہیں بھانجی کی کفالت کر سکتے ہیں۔" ابا کا نام سنتے ہی اس کا لہجہ بدل گیا تھا۔

وہ دو ٹوک کہتا باہر نکل گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

یہ رات کا پچھلا پہر تھا۔

کھڑکی کی پتلی سی درز سے گھور سیاہ آسمان دکھائی دے رہا تھا جس پر اگر کچھ ستارے تھے تو انہیں آسمان کی سیاہی نگل چکی تھی۔ اس نے جلدی سے کھڑکی بند کی اور چٹخنی چڑھا دی۔ رات تاریک تھی مگر تقدیر سے زیادہ نہیں۔

زینب نے آیت الکرسی پڑھ کر چاروں طرف پھونکنے کے بعد کامی کو ٹھیک سے کھیس اوڑھایا پھر اپنی چارپائی پر ٹیک کر بیٹھ گئی۔ اس نے بازو اپنے زانوں کے گرد باندھ رکھے تھے جبکہ نظریں دروازے کی کنڈی پر تھیں۔ جس پر اس نے اندر کی طرف تالا ڈال دیا تھا۔ مگر یہ تالا پچھلے کئی روز سے اس کے خوف کم نہیں کر پایا تھا تو آج کیا کرتا۔

بے سائبانی اور عدم تحفظ کا احساس رات ہوتے ہی چار گنا بڑھ جاتا تھا۔ دن تو جیسے تیسے گزر ہی جاتا مگر رات تھی کہ کٹتی ہی نہ تھی۔

کبھی کبھی دل چاہتا خدیجہ مامی کی بات ہی مان لی ہوتی مگر اس سے کیا ہوتا۔ وہ تو وہاں بھی تنہا ہی رہتی۔ پھر جس گھر کی بنیاد اس کے ابا کے ہاتھوں رکھی گئی وہ اسے کسی اور کے لیے کیسے چھوڑ دے۔

اس نے سر گھٹنوں پر ٹکا لیا تھا۔ نیند پلکوں سے الجھنے آ گئی تھی مگر اس سے قبل کہ وہ گہری نیند میں اترتی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

ٹک' ٹک' ٹک۔

اس کے سارے حواس چوکنا ہو گئے بے حد خوفزدہ ہو کر اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ آواز پھر سنائی دی۔ اب کی بار دستک کھڑکی پر دی گئی تھی اس کے لبوں سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ یہ کھڑکی اس کی چارپائی کے عین اوپر تھی۔ وہ تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کک..... کون ہے؟" خوف و دہشت سے مرنے کے قریب ہوتے ہوئے اس نے پوچھا۔

جواب میں پھر دستک گونجی اسی وقت رات کے چوکیدار کی سیٹی سنائی دی تھی۔

زینب نے چیخنا چاہا مگر پچھلے کئی روز کی طرح آج بھی اس کی آواز بند ہو گئی تھی جیسے جیسے چوکیدار کی سیٹی کی آواز قریب آتی گئی' اس کے وجود میں سنسنی اتنی ہی تیزی سے دوڑتی گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پھر اسے کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی تھی اور ایک دم سے خاموشی چھا گئی تھی۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"اللہ میری مدد کر....." اس نے سسکتے ہوئے خدا کو پکارا تھا۔ وہ پچھلی کئی راتوں سے خدا کو پکار رہی تھی مگر یہ رات بھی خوف کی نذر ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

دو بہت ہی اہم فیصلے بالکل ہی آنا "فانا" ہو گئے تھے۔

ایک تو شہر شفٹ ہو جانے کا فیصلہ اور دوسرا زارا سے شادی۔ پتا نہیں اس کا دوسرا فیصلہ کتنے فیصد درست تھا اور کتنے فیصد غلط۔ وہ تو صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ اس کے دل میں عجیب سی بے چینی گھر کر چکی ہے جس نے یقیناً "اب ساری زندگی اس کا ساتھ نہیں چھوڑنا تھا۔

ابا کی ضد میں ہی 'اپنی طرف سے بڑی عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے' زارا کا انتخاب کر کے اپنے دل کی بربادی کا سامان جو کر لیا تھا۔ ہاں ٹھیک ہے یہ جذبہ اتنا سنجیدہ نہیں تھا مگر اگر جذبہ اتنا شدید نہیں تھا تو اس کے دل کی ایسی کیفیت کیوں ہو رہی تھی۔

اس نے اماں جی سے ذکر کر ہی دیا جواباً "اماں جی اتنی دیر خاموش رہیں کہ اسے لگا لائن کٹ چکی ہے۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" حسنات نے ان کے لہجے میں چھائی پژمردگی کو بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔

"میں کل پرسوں تک ہاجرہ سے فون پر بات کر لوں گی۔" انہوں نے کہا مگر حسنات جواب میں ہوں' ہاں تک نہ کر سکا۔

"اچھا سنو..... ہو سکے تو میری زینب سے بات کروا دو۔ کئی دن سے دکان والے نمبر پر فون کر رہی ہوں مگر وہ نمبر تو شاید کب کا کٹ چکا۔"

حسنات کا دل چاہا فوراً "ہی ان کی فرمائش مسترد کر دے مگر اس بار اس سے ان کی امید پر پانی نہیں پھیرا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے' میں گھر جا کر آپ کی بات کروا دیتا ہوں۔"

وہ اس وقت آفس میں تھا اور اب یہاں کھڑا تھا زینب کے گھر کے عین باہر مگر دروازہ کھل کر ہی نہ دے رہا تھا۔ مجبوراً "اسے دوبارہ دستک دینا پڑی۔

"حسنات بھائی یہ میں کیا سن رہا ہوں آپ واپس جا رہے ہیں؟" اس نے اپنے پیچھے محب کی متعجب سی آواز سنی تو پلٹتے ہوئے مسکرایا۔ "واپس تو....."

اسی پل دروازہ کھل گیا تھا۔

"السلام علیکم۔" زینب نے سلام میں پہل کی تھی مگر ساتھ ہی راستہ چھوڑ نہیں دیا تھا۔

"اماں جی... ! بات کرنا چاہ رہی ہیں۔" حسنات نے جلدی سے آگاہ کیا اور اپنے موبائل فون پر نمبر ملا کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ البتہ نظریں اٹھانے سے حتی المقدور گریز کیا تھا' اسے خدشہ تھا لیکن دل دغا نہ دے جائے۔

زینب نے موبائل پکڑا تو وہ فوراً "ہی محب کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"ہاں یار! کیا کہہ رہے تھے تم؟" محب نے سوال دہرایا۔

"واپس تو نہیں جا رہا مگر شہر شفٹ ہو رہا ہوں۔" وہ دونوں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے دروازے سے دور ہونے لگے۔

"اوہ..... ابھی تو مجھے آپ سے بہت کچھ سیکھنا تھا۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

"اچھا..... مثلاً"؟" حسنات نے دلچسپی سے پوچھا۔

"پتا ہے ہمارے دادا جی کیا کہتے ہیں؟" محب نے اسے امتحان میں ڈالا۔ "وہ کہتے ہیں 'اس بچے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارا کرو تاکہ اس کی محبت کا اچھا اثر تم پر بھی پڑے۔ مختصر لفظوں میں یوں سمجھیں' ہمارے دادا جی آپ کے بہت بڑے فین ہیں۔"

حسنات کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"کیوں جھاڑ پہ چڑھا رہے ہو یار!"

"جھاڑ پہ نہیں چڑھا رہا دادا جی' سچ مچ آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جتنی پاکیزگی اس لڑکے کی آنکھوں میں ہے 'اتنی بہت کم دکھائی دیتی ہے اتنی عمر کے لڑکوں میں۔"

"عبدالعلی بھائی کی آنکھوں میں پاکیزگی تو کبھی دکھائی ہی نہیں دی۔" حسنات کے کانوں میں خالہ عافیہ کے الفاظ گونجے تھے۔

"دادا جی..... دراصل خود بہت اچھے ہیں اس لیے انہیں سب ہی اچھے لگتے ہیں۔" اس بار اس سے مسکرایا بھی نہیں گیا تھا۔

"وہ دیکھیں سامنے دادا جی' چاچا حبیب کے ساتھ بیٹھے ہیں' میری بات پر تو آپ کو یقین نہیں' ان ہی سے پوچھ لیں۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حسنات اسے روکنا چاہتا تھا مگر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس سے آگے نکل گیا تھا اور دادا جی کے پاس پہنچ کر جانے کس انداز سے بات کی کہ وہ مسکرانے لگے۔

"کیوں بھئی..... اس میں یقین نہ کرنے کی کیا بات ہے؟"

وہ براہ راست اس سے مخاطب تھے۔ حسنات تھوڑا سا جھینپ گیا کیونکہ وہاں موجود تقریباً سب ہی حضرات کی متبسم نگاہیں اس کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔

"میں اتنا بھی اچھا نہیں ہوں دادا جی!" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ جواباً کئی قہقہے گونجے تھے۔

"دلوں کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ دلوں کی اچھائیاں ہی روشنی بن کر چہروں پر پھیلتی ہیں۔ اب ہم کیسے مان لیں کہ اتنے روشن چہرے والا حسنات دل میں کسی قسم کی برائی پال کر رکھ سکتا ہے۔"

انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بے حد شفقت سے کہا تھا۔ آج وہ صرف اپنی وجہ سے پہچانا گیا تھا۔ کسی نے بھی اس کے کردار کو اس کے ابا کی شخصیت کو سامنے رکھ کر بنا اسے جانچے فیصلہ صادر نہیں کیا تھا دل کی گہرائیوں سے نکلتے اس سکون و سرور کو اس نے بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔

باقی کا سارا دن اسی نہ سمجھ میں آنے والی کیفیت میں نکل گیا۔ بس سکون تھا' خوشی تھی اور اطمینان ہی اطمینان تھا۔

تقریباً گیارہ بجے کے قریب بلال نے اسے جگایا۔

"حسنات! تمہاری امی کا فون ہے۔" وہ خود بھی نیند میں جھول رہا تھا۔ حسنات ہوش میں آتے ہوئے فون سننے بھاگا' اماں جی اس سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتی تھیں اور انہوں نے اسے اس کا موبائل آن کرنے کا کہا تھا۔

"خیریت تو ہے ناں اماں جی!"

"ہاں..... خیریت ہے مگر بات ضروری ہے۔ لینڈ لائن کی تو کوئی ایکسٹینشن بھی ہو سکتی ہے' اس لیے میں چاہ رہی تھی موبائل پر بات کروں مگر تمہارا فون بند پڑا ہے۔"

"میں آپ کو خود کال کرتا ہوں لیکن دس پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔"

اس نے فون بند کرنے سے قبل کہا اور کچھ سوچتے ہوئے وہیں سے اس راہداری کی طرف مڑ گیا جو سیدھی اس باغ تک لے جاتی تھی جس کے گھنے درختوں کی [illegible] نا کی دن کے اوقات میں تو خیر نہیں لیکن رات کے اس [illegible] اچھے اچھوں کے دلوں کو کانپنے پر مجبور کر سکتی تھی۔ [illegible] ہاجرہ کی طرف تو ابھی روشنیاں گل نہ ہوئی تھیں۔ مگر اس طرف تو روشنی کا انتظام تھا ہی نہیں اگر اماں جی کے انداز اسے کسی خدشے میں مبتلا نہ کر رہے ہوتے تو شاید وہ ابھی اس طرف آنے کی حماقت نہ کرتا۔ پورا کا پورا جنگل ہی تھا۔ یکایک اسے زینب کا خیال آیا۔ کہیں وہ اس کے اس وقت آنے سے کوئی غلط مطلب اخذ نہ کرلے یا کسی اور نے دیکھ لیا تو کیا سوچے گا؟! ابھی وہ پلٹنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ اسے پھپھو کے گھر کا اس طرف کھلنے والے دروازے کا پٹ جھولتا نظر آیا۔ یہ دروازہ اس وقت کیوں کھلا ہوا ہے۔

اسے کسی چیز کے زمین پر گر کر ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تھی پھر ایک ہلکی سی چیخ اب تو کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہی تھی۔

صحن خالی تھا البتہ بلب کی زرد سی روشنی کمرے کے نیم وا دروازے سے باہر برآمدے تک آ رہی تھی جبکہ ٹوٹا ہوا گھڑا وہیں دروازے کے پاس پڑا تھا۔

وہ احتیاط سے دبے قدموں آگے بڑھا پھر اسے جھٹکا لگا تھا۔ چارپائی کے قریب ہراساں کھڑی زینب کو دیکھ کر بلکہ اس شخص کو دیکھ کر جو عین دروازے کے سامنے موجود تھا اور بلب کی روشنی ڈائریکٹ کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔

"تمہیں شرم نہیں آتی باسط..... تمہیں تو اپنی گود میں کھلا کر بڑا کیا ہے میں نے۔ بڑی بہنوں جیسی ہوں تمہاری۔" اس نے زینب کو دور کھڑے التجائیہ انداز میں کہتے سنا تھا۔

"بہنوں جیسی ہو بہن تو نہیں ہو نا ..... جو کہہ چکا ہوں' اس پر ٹھنڈے دل سے سوچو..... جو معاملہ ہنستے کھیلتے حل ہو سکتا ہے' اس میں یہ رونا کیوں؟..... کاکی صبح تک اٹھ جائے گا اور اگر نہ اٹھے تو جگ بھر کر پانی کا انڈیل دینا۔ آج تو کلوروفام سنگھایا ہے۔ کل کو پکا پکا بھی سلا سکتا ہوں..... یاد رکھنا۔"

وہ کڑے تیوروں سے کہتا ہوا پلٹا اور حسنات پر نظر پڑتے ہی وہ واضح طور پر گڑبڑا گیا تھا۔

"حا..... حسنات بھائی۔" اس کے چہرے کے بدلتے رنگ..... حسنات سنجیدگی و صدمے سے اسے دیکھتا رہا۔

"وہ..... وہ میں کام سے آیا تھا۔" وہ اتنی تیزی سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حسنات کے قریب سے گزرا کہ کیا ہوا گزرتی ہو گی۔

حسنات سر جھکائے وہیں کھڑا رہا۔ باسط کے اس روپ نے حقیقی معنوں میں اسے گنگ کر دیا تھا۔

"تم بھی کوئی سودا کرنے آئے ہو......؟"

اس نے زینب کی آواز پر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ خوف' بے بسی احساس ذلت اور شرمندگی۔

اس کی پیشانی پر آج غصے کی نہیں بے بسی کی تیوریاں تھیں نہ آنکھوں سے لپکتے شرارے' نہ ہی وہ کرختگی جو سامنے والے کو منٹوں میں خائف کر کے رکھ دیتی تھی۔

تب ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کی سسکیوں کی آواز اس خاموشی میں یوں گونج رہی تھی جیسے قبرستان میں کوئی روح بھٹکتی پھر رہی ہو۔ حسنات نے تاسف سے اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا اور خاموشی سے باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

ریلوے اسٹیشن کی عمارت کو دھند کے ہلکے سے غبار نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

رات گہری نیند میں گزار لینے کے بعد صبح بیدار ہونے لگی تھی اور بہت ہلکی سی روشنی چاروں جانب پھیلی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

مگر زینب کو اس منظر میں رتی بھر بھی دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ انتظار اب تشویش میں ڈھلنا شروع ہو گیا تھا۔ مگر اس سے قبل کہ تشویش بھی حد سے گزرتی' دائیں جانب کے گیٹ سے تیز تیز قدم اٹھاتا حسنات آتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے سکون کا سانس لیا۔ مگر اس کے قریب پہنچتے ہی ڈپٹے بنا نہیں رہ سکی۔

"کہاں چلے گئے تھے تم؟ پتا بھی ہے۔ مجھے کتنی فکر ہو رہی تھی۔"

حسنات نے کچھ کہنے کو منہ کھولا تھا مگر اتنی غیر متوقع بات پر تعجب سے اسے دیکھنے لگا پھر یک دم ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ گزشتہ چوبیس گھنٹوں کے دوران یہ پہلا جملہ تھا جو اس کی نئی نویلی زوجہ محترمہ نے اس کے سامنے ادا کیا تھا اور جس انداز میں ادا کیا تھا اس پر صرف ہنسا ہی جا سکتا تھا سو وہ بھی یہی کر رہا تھا۔ الگ بات کہ ہنسی ابھی مسکراہٹ کی قید سے آزاد نہیں ہوئی تھی

اسے ہنستا دیکھ کر زینب نے شرمندگی سے نظریں جھکا لی تھیں۔ فکر مندی' پریشانی اپنی جگہ۔ مگر کم سے کم اب تو اسے حسنات سے تمیز سے بات کرنا چاہیے تھی۔

"ٹرین آدھ گھنٹہ لیٹ ہے۔" اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھتے ہوئے حسنات نے متبسم لہجے میں کہا۔ ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑے شاپر سے برگر نکال کر کائی کی طرف بڑھا دیا اور دوسرا زینب کی طرف۔

زینب نے خاموشی سے برگر لیا تھا اور ساتھ ہی کائی کی طرف کھسک کر بینچ پر حسنات کے لیے جگہ بنائی تھی۔

حسنات نے ایک پل کے لیے سوچا پھر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"ابھی تو ناشتے کی کوئی دکان نہیں کھلی' یہ برگر بھی بڑی مشکل سے ملے ہیں۔ یہی لینے میں دیر ہو گئی۔" حسنات نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ برگر دونوں ہاتھوں میں تھامے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"میں یہ کھانے کے لیے لایا ہوں' دیکھنے کے لیے نہیں ویسے تمہیں کیا لگا میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہوں۔" وہ سامنے دیکھ رہا تھا مگر لہجہ و انداز میں شرارت پوری طرح محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں۔" اس نے یونہی سر جھکائے برگر کو دو حصوں میں تقسیم کیا پھر ایک حصہ اس کی طرف بڑھا دیا اور بولی۔

"اتنا بھروسہ تو ہے تم پر۔" اس کا انداز سادہ سا تھا۔

گو کہ بات معمولی سی تھی مگر حسنات کو اتنا اچھا لگا کہ حد نہیں۔ بہت گہری نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے حسنات نے برگر لے لیا تھا۔

"شکریہ۔" اس نے پہلا نوالہ لیا۔

"کس بات کا؟" زینب حیران ہوئی۔

"مجھ پر بھروسا کرنے کے لیے۔" اس کے لہجے میں سادگی تھی اور اس بار زینب مسکرائی تھی۔

"تمہارا بھی شکریہ۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"وہ کس لیے؟" حیران ہونے کی باری اب حسنات کی تھی۔

"مجھ پر ترس کھا کر مجھے سہارا دینے کے لیے۔" وہ سابقہ انداز میں بولی۔ مگر حسنات کے چہرے پر بے حد سنجیدگی چھا گئی تھی۔

"یہ بات آج کہی ہے' دوبارہ مت کہنا۔ میں نے تم پر کوئی ترس نہیں کھایا بلکہ میں تم سے کبھی شادی نہ کرتا اگر...!"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مگر؟" زینب کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"پتا ہے زینب!... میں اپنے احساسات خود بھی نہیں جانتا۔"

وہ ایسے بول رہا تھا جیسے خود اپنی کیفیت بھی سمجھ نہ پا رہا ہو۔

"ایک بات تو کنفرم ہے کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں تب ہی تو اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے۔ یقین کرو اگر تم مجھے اچھی نہ لگی ہوتیں تو میں ہرگز تم سے نکاح نہ کرتا... اتنا اچھا تو میں ہرگز نہیں ہوں کہ محض ہمدردی' ہمدردی میں کوئی بھی قدم اٹھالوں۔" بے حد سادگی و صاف گوئی سے کہتا وہ اتنا اچھا لگا کہ ایک پل کو تو زینب کھانا وانا بھول کر ٹکٹکی باندھے اسے دیکھنے لگی۔

"باقی بات رہی محبت کی.... تو وہ بھی ان شاء اللہ ہو ہی جائے گی ویسے بھی مجھے یقین ہے تم سے محبت کرنے کے لیے مجھے خود پر جبر نہیں کرنا پڑے گا۔ پسندیدگی ہو تو محبت بھی ہو جاتی ہے.... پھر تم میری بیوی ہو تم سے محبت نہیں کروں گا تو کس سے کروں گا۔" وہ بہت ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ خوشی کا احساس براہ راست دل سے اٹھ رہا تھا سو لہجے میں کھنک پیدا ہو جانا کچھ غیر فطری بھی نہیں۔ ابو کی ضد میں وہ کتنی بڑی خوشی سے خود کو محروم کرنے جا رہا تھا۔ اس کا صحیح احساس بھی اب ہی ہو رہا تھا۔

"البتہ..... تم اگر مجھے ایسی ہی استانیوں والے اسٹائل میں ڈانٹتی رہو گی اور جھگڑالو عورتوں کی طرح لڑتی رہو گی تو تمہیں مجھ سے کبھی محبت نہیں ہو گی۔" مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے اس نے زینب کو صورت حال کی نزاکت کا احساس بڑی دل سوزی سے دلوانا چاہا تھا۔

جواباً" زینب اپنے سابقہ انداز میں اسے دیکھتی رہی پھر گردن موڑ کر سامنے دیکھنے لگی۔

"تم بے فکر رہو۔" اس نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"چاہے میں استانیوں والے انداز میں تمہیں ڈانٹوں یا جھگڑالو عورتوں کی طرح جھگڑے کروں محبت پھر بھی ہو جائے گی ان شاء اللہ..... ویسے بھی مجھے یقین ہے تم سے محبت کرنے کے لیے مجھے خود پر جبر نہیں کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ابھی تو تم نے خود ہی کہا ہے 'پسندیدگی ہو تو محبت بھی ہو جاتی ہے۔ جلدی..... پھر تم میرے شوہر ہو۔ تم سے محبت نہیں کروں گی تو کس سے کروں گی.....؟"

وہ بات جس کا آغاز بے حد سنجیدگی سے ہوا تھا اپنے اختتام تک ایک شرمیلی سی مسکراہٹ زینب کے لبوں پر چھوڑ گئی تھی جبکہ حسنات کے لبوں سے بے ساختہ قہقہہ ابلا تھا۔

"میں سمجھا تھا، تمہیں صرف دھمکیاں دینا آتی ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ زینب نے جواب نہیں دیا۔ وہ اسی خاموشی سے مسکراتی رہی۔

آج تک وہ خود بھی یہی سمجھتی تھی مگر حسنات کے ساتھ صرف ایک رشتہ تھوڑا ہی تھا...... اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ شخص جو زبردستی اس کے پیر سے کانچ نکال رہا ہے، کبھی اس کا سائبان بن جائے گا۔ پہلی ملاقات میں وہ اسے اچھا نہیں لگا تو برا بھی نہیں لگا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی رائے حسنات کے بارے میں قدرے بہتر ہو گئی تھی پھر یہ بہتر رائے کب پسندیدگی میں ڈھل گئی، اسے خود بھی پتا نہیں چل سکا۔

شاید یہ حادثہ، بلکہ خوشگوار حادثہ چوبیس گھنٹے پہلے کا تھا یا شاید اس سے بھی کچھ گھنٹے پہلے کا، جب باسط کی موجودگی میں حسنات آگیا تھا اور کچھ دیر بعد اس کے سامنے نکاح کی پیش کش رکھ دی تھی۔ اس کے ذہن میں سب کچھ گڈمڈ ہو رہا تھا تب ہی وہ تھوڑا سا جھنجلائی اور از سر نو اس قصے کو ذہن میں دہرانا شروع کیا۔

رات گئے اندرونی کمرے کے دروازے پر ہونے والی دستک کا عقدہ چند روز قبل کھل چکا تھا۔ بھروسا تو خیر اسے کسی پر بھی نہیں تھا مگر یہ دیکھ کر حد درجہ دکھ اور پریشانی ہوئی کہ اس کے گھر میں نقب لگانے والا شخص باسط تھا۔ جو کہ عمر میں اس سے کافی چھوٹا تھا مگر اس کی نگاہوں اور خیالات میں آنے والی تبدیلی کا راز پاتے ہی زینب نے اپنی شفقت و محبت کا دامن سمیٹ لیا تھا۔

باسط نے اس پر قابو پانے کے لیے کامی کو استعمال کیا تھا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ باسط نے اس کی شہ رگ دبوچ لی تھی۔ وہ انکار کرتی تب بھی پھنستی نہ کرتی تب بھی پھر یہاں تھا ہی کون جو اس کی بات پر یقین کرتا۔ اکیلی عورت کے بارے میں کچھ بھی کہنے اور سوچنے کی تو ہر ایک کو آزادی ہوتی ہے۔ حسنات کے سامنے اس کی عزت نفس کا پندار اتنی بری طرح مجروح ہوا تھا کہ وہ صبح تک روتی رہی۔ پتا نہیں اپنی بے بسی رلا رہی تھی یا اس شخص کے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار۔

صبح ابھی روشنی پوری طرح پھیلی نہ تھی کہ حسنات نے آکر دستک دی۔ وہ اسے پھر اپنا موبائل پکڑا کر چلا گیا تھا اور اس بار بھی خدیجہ مامی ہی تھیں جو بات کرنا چاہتی تھیں۔

"سنو زینب! بیٹا ہم کوئی غیر نہیں۔ تمہارے اپنے ہیں۔ اس لیے غلط مت سمجھنا، حسنات نے مجھے سب بتا دیا ہے اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ تم سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اب تم بتا دو تمہاری کیا مرضی ہے؟ عورت کو تحفظ باپ کے بعد صرف شوہر ہی فراہم کر سکتا ہے حسنات ابھی قاضی اور گواہوں کا بندوبست کرنے ہی گیا ہے لیکن اگر تمہاری مرضی نہیں ہے تو بھی بے جھجک بتاؤ، میں اسے منع کر دوں گی۔ کامی ہمارا اپنا بچہ ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے۔"

وہ اسے جانے کیا کیا سمجھاتی رہیں۔ پھر پتا نہیں سب کچھ کیسے ہو گیا۔ خدیجہ مامی نے تایا جی اور تائی ہاجرہ سے فون پر بات کی۔ ان کی طرف سے قیامت آگئی۔

زینب تو زینب، حسنات کو بھی وہ کچھ سنایا کہ اس نے اسی روز سامان سمیٹ کر زینب اور کامی سمیت اپنے گھر میں پناہ لی۔

ثریا کے دادا جی، اس کے ابا اور بھائیوں نے اس معاملے میں بہت مدد کی تھی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان کی مدد کے بغیر یہ معاملہ آسان بھی نہ ہوتا، دادا جی نے تو اس نکاح کے بعد اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر سکھ بھری زندگی کی پیش گوئی بھی کر دی تھی۔

اسے یقین تھا وہ دونوں خوش رہیں گے خواہ ان کی نئی زندگی کی بنیاد میں تائی ہاجرہ کے کوسنے اور زارا کی بددعائیں ہی کیوں نہ شامل ہوں۔

"زینب......!"

"ہوں۔"

"ہم اپنے بچوں کی تربیت بہت اچھے طریقے سے کریں گے۔" گہری سنجیدگی کے زیر اثر اس نے کہا تھا جبکہ زینب نے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

نکاح ہوئے ابھی دیر ہی کتنی گزری ہے یہ بچوں پر بھی پہنچ گیا...... بے شرم۔ اس کے خیالات سے بے خبر حسنات کہہ رہا تھا۔

"جب ہم کسی بچے کو کوئی اچھی یا بری بات سکھاتے ہیں نا تو ہم صرف ایک بچے کی تربیت نہیں کر رہے ہوتے بلکہ نسلوں کی تربیت کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم اپنے بچوں کو عورت کی عزت کرنا ضرور سکھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

احترام نہیں ہوتی ہے عورت ہر روپ میں قابلِ احترام ہوتی ہے خواہ وہ کسی اور کی ماں یا بہن ہی کیوں نہ ہو۔

ہم انہیں خود غرض نہیں بننے دیں گے کہ وہ دوسروں کی زندگی عذاب کیے رکھیں۔"

نئی زندگی کی شروعات کرتے ہوئے کچھ عزائم تو سب ہی کے ہوتے ہیں وہ بھی ان ہی خیالات کا اظہار کر رہا تھا مگر اسی وقت ٹرین کی وسل سنائی دے گئی تو اسے بات ادھوری چھوڑ کر اٹھنا پڑا۔

"میں نہیں چاہتا میرے بچے میرے ابا کی طرح یا ان لوگوں کی طرح ہو جائیں جنہوں نے تمہاری یا تم جیسی کسی اور بے سہارا لڑکی کی زندگی عذاب کیے رکھی ہے۔"

اس نے سامان سمیٹتے ہوئے سوچا تھا۔ دیر سے ہی سہی مگر اسے یہ بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ بزرگوں میں چاہے کتنی ہی خامیاں اور برائیاں کیوں نہ ہوں۔ ان کی اصلاح کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ پھر ہمیں تو اپنے سے آگے آنے والوں کی پروا کرنا چاہیے تربیت بچوں کی کی جاتی ہے اسے بھی اب یہی کرنا تھا اپنے بچوں کو اچھی بات سکھانا اور سلیقے سے رہنا سکھانا تھا۔

مگر بچوں کی اماں؟

کامی کو ٹرین میں سوار کروا کر اس نے پلٹ کر دیکھا چند قدموں کے فاصلے پر زینب کسی برقع پوش خاتون سے جھگڑنے میں مصروف تھی۔

اسے ہنسی آ گئی۔

"واہ حسنات صاحب! واہ..... بچوں کی تربیت کے خواب دیکھے جا رہے ہیں پہلے اپنے بچوں کی اماں کو تو سدھار لو۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا پھر آگے بڑھ کر زینب کے ہاتھ سے سوٹ کیس لیا اور دوسرے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھام کر ٹرین کی طرف چل دیا۔ زینب بری طرح بدکی تھی مگر کوشش کے باوجود بھی وہ اپنا ہاتھ نہیں چھڑوا سکی تھی۔

"میں نے تمہارا ہاتھ اس لیے نہیں پکڑا کہ چھوڑ دوں۔" اس نے شرارتی انداز میں جتایا تھا۔

"تو میں نے کب کہا کہ چھوڑو..... مگر خدا کے لیے ابھی تو چھوڑ دو۔ سب لوگ دیکھ رہے ہیں۔ تم میں کوئی شرم ہے کہ نہیں؟" دبی ہوئی آواز میں اس نے جھنجلا کر کہا تھا۔ حسنات کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"بے فکر ہو جاؤ اول تو کوئی اعتراض کرے گا نہیں اور اگر کیا بھی تو..... میری جیب میں نکاح نامہ موجود ہے۔ بیوی کا ہاتھ پکڑنے پر کوئی حد جاری نہیں ہوتی۔"

اس نے شرارتی و متبسم لہجے میں کہا تھا۔ زینب نے اسے گھور کر دیکھا پھر اپنی مسکراہٹ چھپانے کو دوسری طرف دیکھنے لگی ٹرین میں سوار ہونے سے قبل ایک پل کے لیے بے حد تشکر بھری نظروں سے آسمان کی طرف ضرور دیکھا تھا۔ آج کا آسمان اسے پچھلے ہر دن سے زیادہ روشن چمک دار اور مہربان محسوس ہوا تھا اور اسے یقین تھا اس کا ہاتھ تھام کر چلتے اس اچھے شخص کے طفیل اب خوشیاں اس سے زیادہ دور نہیں ہیں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com